ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

كلّ عام وأنتم بخير

تمام مسلمانوں کو سالِ نو ۱۴۲۲ھ مبارک

4 محرم الحرام ۱۴۲۲ھ ❁ اپریل ۲۰۰۱ء

بامیان کے بت

شہید کربلا
سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

اسمبلیوں کی بحالی سے حاصل.....؟

ملا عمر اور اسامہ
عالم اسلام کے دلوں کی دھڑکن ہیں

شہداءِ ختمِ نبوت کانفرنس چناب نگر میں

امیر احرار **سید عطاء المہیمن بخاری**

اور دیگر رہنماؤں کا خطاب

امیر شریعتؒ اور حکیم الامتؒ
کی یادگار ملاقات

مجاہد ختم نبوت
مولانا عبدالواحد مخدوم رحمہ اللہ

اخبار الاحرار

احرار کارکن

مجلس احرار اسلام قافلۂ سخت جاں ہے۔ احرار کارکن اپنے ارادوں اور عزائم کے اعتبار سے مضبوط اور مستحکم لوگ ہیں۔ انہیں راستے سے ہٹانا بہت مشکل اور ناممکن ہے۔ بڑے بڑے ارباب اقتدار طبع آزمائی کر کے ہار گئے اور ان کی سازشیں دم توڑ گئیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ احرار باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کا بیڑا پار لگانا چاہیں اسے کوئی نہیں ڈبو سکتا۔ آپ نے مجھے قائد احرار کہا ہے۔ میں قائد نہیں صرف احرار کارکن ہوں اور سراپا احرار ہوں۔ قائدین احرار قبروں میں جا چکے ہیں وہی اس منصب کے اہل تھے۔ ہمارے اصلی قائد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ ہم ان کے نقش قدم پر مر مٹیں تو یہی ہماری کامیابی ہے۔

ہمارے اکابر نے طویل جدوجہد اور قربانی کے بعد انگریز سامراج کو برصغیر سے نکالا، ہم آج انگریز کی باقیات مرزائیوں اور انگریز کے کافرانہ نظام ریاست و سیاست کے خلاف علم بغاوت بلند کر رہے ہیں۔ ہماری منزل اسلام کا بطور نظام حیات مکمل نفاذ ہے۔ اسلام موجودہ انتخابی سسٹم کے ذریعے کبھی نہیں آ سکتا۔ اسلام کو پارلیمنٹ اور جمہوریت کے ذریعے لانے کا دعویٰ رکھنے والے دھوکہ دے بھی رہے ہیں اور دھوکہ کھا بھی رہے ہیں۔ موجودہ سیاسی جماعتیں سیکولرازم کی حامی ہیں اور ناموں کے فرق کے ساتھ مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی دونوں کی قدر مشترک دین دشمنی ہے۔ مگر طریقہ اپنا اپنا ہے۔ یہ سب ہمارے کچھ نہیں لگتے۔ احرار کارکن اپنی صفوں کو منظم رکھیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو دین متین کے لئے خوب محنت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

محسن احرار، ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

آخری خطاب بہ موقع افتتاح دفتر جدید مجلس احرار اسلام پاکستان لاہور ۱۸، اپریل ۱۹۹۹ء

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

Regd: M. No. 32

جلد ۱۲ | شمارہ ۴ | قیمت ۱۵ روپے

بیاد حضرت امیرِ شریعت سید الاحرار سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
اپریل ۲۰۰۱ء

بانی: مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیرجی
سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

مدیرِ مسئول

سید محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

مولانا محمد اسحٰق سلیمی
پروفیسر خالد شبیر احمد
عبداللطیف خالد چیمہ
سید یونس الحسنی
مولانا محمد مغیرہ
محمد عمر فاروق

زرِ تعاون سالانہ

اندرونِ ملک 150 روپے
بیرونِ ملک 1000 روپے پاکستانی

رابطہ: دارِ بنی ہاشم ○ مہربان کالونی ملتان ☎ 061.511961

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سید کفیل بخاری طابع: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل نو پرنٹرز مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم ملتان۔

تشکیل

دل کی بات:	اداریہ	مدیر	۳
افکار:	اے وائے تن آسانی......	سید یونس الحسنی	۵
" "	خودداری کی زندگی	محمد عمر فاروق	۹
" "	اسمبلیوں کی بحالی سے حاصل	" "	۱۱
" "	پارمینو	جاوید چودھری	۱۳
" "	بامیان کے بت	مولانا ڈاکٹر احمد علی سراج	۱۵
" "	طالبانائزیشن اور ماڈرنائزیشن	محمد الیاس	۲۰
" "	شیخ حق نواز شہید کی پھانسی	(ادارہ)	۲۲
تاریخ و تحقیق:	شہید کربلا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ	مولانا عبدالحق چوہان رحمہ اللہ	۲۴
" "	حادثہ کربلا کا پس منظر	ابوطلحہ عثمان	۳۱
" "	عشرہ محرم میں کیا ہونا چاہیے	مولانا عبدالشکور لکھنوی	۳۶
" "	رویت ہلال کی امکانی تاریخیں	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	۳۸
" "	اور ناممکن رویت کی تاریخیں	" "	
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات ان کی	ساغر اقبالی	۴۰
واردات و مشاہدات:	امیر شریعت اور حکیم الامت کی یادگار ملاقات	حافظ عبدالرشید ارشد	۴۲
ترحیم:	مسافران آخرت	ادارہ	۴۷
یادِ رفتگان:	مجاہد ختم نبوت مولانا عبدالواحد مخدوم رحمہ اللہ	مولانا محمد مغیرہ	۴۸
نظم:	سوانح عمری	شورش کاشمیری	۵۳
اخبار الاحرار:		ادارہ	۵۴
حسن انتقاد:	تبصرہ کتب	ادارہ	۶۰

دل کی بات

''مجھے ہے حکم اذاں لا الٰہ الا اللہ''

آخر بدھا کے مجسموں کا کام تمام ہوا۔ دنیائے کفر و شرک چیختی اور چلاتی رہی مگر امیر المومنین حضرت ملا محمد عمر مجاہد نے اپنا فیصلہ واپس لینے سے انکار کر دیا۔ افغانستان میں بدھا کے سولہ سو سالہ قدیم مجسموں کی توڑ پھوڑ اور شکست و ریخت کا حکم انہوں نے افغان سپریم کورٹ کے قاضیوں اور دار الافتاء کے علماء کے فتویٰ کے بعد جاری کیا۔ افغانستان کا اسلامی انقلاب، طالبان کا قائم کردہ شرعی نظام اور بتوں کا اس جرأت کے ساتھ انہدام پندرہویں صدی ہجری کا عظیم کارنامہ ہے۔ یہ سعادت عالم اسلام کے رجل رشید ملا محمد عمر کے حصے میں آئی۔ یہود و نصاریٰ اور ہنود نے مل کر اس اقدام کی مخالفت کی، پوری دنیا کے کافر میڈیا نے واویلا کیا، نام نہاد سپر طاقتوں نے دھمکیاں دیں، خوفزدہ کرنے کی ناکام کوششیں کیں اور آخر میں مجسموں کی فروخت کے عوض روپوں کا لالچ دیا مگر ملا محمد عمر حکم شریعت پورا کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ ان کے مجاہدین رفقاء، مردانِ حق آگاہ نے آن کی آن میں بدھا کے قدیمی اور تاریخی مجسمے کو بارود لگا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا..... کہ

حق و باطل میں فیصلہ کرنا
ایک لمحے کا کھیل ہوتا ہے

بدھا کے مجسموں کو آثار اور تاریخ قرار دینے والے ابلیس صفت نام نہاد دانشوروں نے یہ سوچنے کی زحمت نہ کی کہ افغانستان کے مدارس اسلامیہ، نادر مخطوطوں اور نایاب کتابوں پر مشتمل کتب خانے اور مساجد بھی مسلمانوں کی تہذیب و تاریخ کے آثار تھے۔ جنہیں کمیونسٹ روس نے مٹا ڈالا۔ مگر پوری دنیا کے کفار و مشرکین گونگے شیطان بن کر تماشا دیکھتے رہے۔ دانش افرنگ کے پالے ہوئے تمام خارش زدہ لکھاری اور صحافی بے غیرت بن کر تماش بینی کرتے رہے۔ یہود و نصاریٰ، عراق، فلسطین، بوسنیا و چیچنیا، کشمیر اور فلپائن کے مسلمانوں کو اطاعت کفار سے انکار کے جرم میں گاجر مولی کی طرح کاٹتے رہے، بم برساتے رہے مگر بامیان کے بتوں کے کیڑے عاشق وادیٔ سکوت میں استراحت پذیر رہے۔ امریکی بدمعاش اور دہشت گرد افغانستان کے مظلوم اور مفلوک الحال مسلمانوں پر میزائل برساتے رہے مگر تہذیب افرنگ کے سنڈاس میں پرورش پانے والے متعفن ''مصلحین'' کے کانوں میں آواز تک نہیں پڑی۔ ہندوستان میں بابری مسجد شہید ہوئی تو ان کے قلم ٹوٹ چکے تھے اور زبانوں میں کیڑے پڑے ہوئے تھے۔ اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل ''گورا قبرستان'' کا منظر پیش کر رہے تھے۔ نام نہاد عالمی برادری ان مظالم کو تفریح سمجھ کر لطف اندوز ہو رہی تھی۔ زندہ اور متحرک انسان۔ ان سفاکوں کے سامنے قتل ہوتے رہے مگر عالمی برادری کا ضمیر نہ جاگا۔

آج پتھر کے بت پاش پاش ہوئے ہیں تو ان عالمی بے ضمیروں کا ضمیر بیدار ہو گیا ہے...... لعنت بر پدرِ فرنگ

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمایا ہوا سچ اور حق ہے کہ .... جو، اللہ کا ہو جائے، اللہ مخلوق کے دل میں اس کا احترام پیدا کر دیتا ہے۔ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد نے صرف اور صرف اللہ کی رضا کی خاطر ساری دنیائے کفر کو اپنا دشمن بنا لیا۔ مگر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا اور اللہ کا راستہ نہیں چھوڑا۔ آج دنیا کے مسلمانوں کے دل میں ان کا بے پناہ احترام ہے۔

انہوں نے کہا کہ " ہم بت شکن ہیں، بت فروش یا بت پرست نہیں۔ وہ بدھا کو بیچ کر افغانستان کی معیشت کو سنبھالا دے سکتے تھے مگر وہ اپنے رب سے ناامید اور مایوس نہیں ہیں۔ اِدھر بت ٹوٹے اُدھر چھم چھم برکھا برسی۔ خشک اور پیاسی زمین سیراب ہوئی، واشرقت الارض بنور ربھا (القرآن) " اور جگمگا اٹھی دھرتی اپنے پالن ہار کی جوت سے" رحمتِ حق کو جوش آیا، نصرتِ الٰہیہ کا ظہور ہوا اور اللہ کا وعدہ پورا ہوا، و کان حقا علینا نصر المومنین۔ (القرآن) " اور ہم پر قرض ہے ایمان والوں کی مدد" انہوں نے کسی کی پرواہ نہیں کی۔ ملا عمر ایک ہی اعلان فرما رہے ہیں۔

مجھے ہے حکم اذاں لا الہٰ الا اللہ

پاکستان کے حکمران اور سیاست دان، مے افرنگ کے نشے سے بند آنکھیں وا کریں اور مشاہدہ کر کے عبرت پکڑیں۔ زلزلے، دریاؤں اور ڈیموں میں پانی کی کمی، بھلوال کا قیامت خیز طوفان، قتل وغارت گری، لوٹ مار، رشوت، چوری، ڈاکہ، اغواء، آبرو ریزی، یہ سب کیا ہے؟ غور کریں تو نشہ ہرن ہو جائے گا۔ یہ اللہ کے دین سے بغاوت و سرکشی، عہد شکنی، توہین رسالت اور توہین قرآن و سنت کی سزا ہے۔ عذاب ہے۔ فیصلہ تم نے کرنا ہے۔ اللہ سے معافی مانگ کر اِس عذاب کو ٹالنا چاہتے ہو یا اس کے نظام سے بغاوت کر کے عبرت کا مرقع بننا چاہتے ہو۔

حکمرانو! سیاستدانو! تم اللہ کے دین کے باغی ہو، تمہارا مقصود اسلام نہیں سیکولرازم ہے۔ تم اسلام کو بطور ضابطۂ حیات قبول کرتے ہو نہ تمہارے دل میں اسلام کے نفاذ کی خواہش ہے پاکستان کے ترپن سال تمہاری بداعمالیوں اور دین بیزاری پر شاہد عدل ہیں۔ تم پارٹ ٹائم مسلمان ہو، تم فرض نماز نہیں پڑھتے، اس کو وقت کا ضیاع کہتے ہو مگر اخبارات میں اچھی تصویر کی اشاعت کے لئے اور اپنے مذہبی ہونے کا ثبوت فراہم کرنے کے لئے تم نے جھوٹ موٹ نمازِ استسقاء پڑھی اللہ اپنی مخلوق پر سب سے زیادہ مہربان ہے۔ اس نے تمہارے عیبوں پر پردہ ڈالا اور بارش برسا دی، تم اس کے نظام کو نافذ کر دو، اپنا عہد اور وعدہ پورا کر دو پھر دیکھو یہ دھرتی سونا اگلے گی۔ اس سے معافی مانگ لو تو عذاب ٹل جائے گا۔ بغاوت کرو گے تو صفحۂ ہستی سے مٹ جاؤ گے۔ تمہیں امریکہ بچا سکے گا نہ روس، ایران کی مدد کام آئے گی نہ چین کی دوستی، صرف اللہ کی مدد اور دوستی، صرف اللہ کی رضا، صرف اللہ کی عبادت، صرف اللہ کی خوشنودی اور نبی کریم خاتم الانبیاء ﷺ کی سچی اطاعت۔ تمہیں عذاب سے بچا سکتی ہے۔

سید یونس الحسنی

اے وائے تن آسانی.........!

(سیکولر وزیر داخلہ کے تازہ فرمان کے تناظر میں)

گذشتہ دنوں وزیر داخلہ کا فرمان گوہر بار زینت اخبارات ہوا کہ ''موجودہ حالات میں مسلمان اپنی تنہا قوت سے کفار عالم سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔'' اس بات پر ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کیا تو چند وجوہات سامنے آئیں جو اس بیان کا سبب ہیں۔

۱...... مسلمان فوج کو اپنے اندرونی خلفشار نے انتہائی عاجز و مجبور کر رکھا ہے۔

۲...... چار دانگ عالم میں کفار و مشرکین کے مظالم سے امت مسلمہ ہراساں ہے۔

۳...... مسلم ریاستوں کے خود پرست حکمران یہود و نصاریٰ سے بری طرح خائف اور انکے مکمل ہمنوا ہیں۔

۴...... امت میں فی الوقت کوئی ایسی متفق علیہ شخصیت مفقود ہے جو قوائے اسلام کو جمع کر کے کلمہ حق کی نصرت کیلئے نکلے اور مسلمانوں کو نرغہ کفار سے بچائے۔

حکیم مشرقؒ نے شاید ایسے ہی موقع کیلئے کہا تھا۔

جو سختیٔ منزل کو سامانِ سفر سمجھے
اے وائے تن آسانی ناپید ہے وہ راہی

معین صاحب!

اپنے ماحول پر نظر عمیق ڈالئے، تقسیم ہند سے قبل دو ماہ بعد جو خونچکاں کھیل کھیلے گئے ان کا نامسعود سلسلہ حیلے بہانوں سے ابھی جاری ہے لیکن تعمیر و تخریب کا یہ چکر مشیت ایزدی کی تکمیل کیلئے راستہ ہموار کرتا جا رہا ہے لگتا ہے قانون فطرت کے ہاتھوں تاریخ کا ایک اور باب مکمل ہونے کو ہے۔ لوگوں کو جی بھر کر رونے دیجئے کہ ان کے آنسو کشت ملت کی آبیاری کا موجب ہونگے؟ گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں۔ لاکھوں انسانوں کی ہڈیوں پر جو نقش نو نظر نواز ہو رہا ہے اسے اپنی میز پر رکھئے اور ماضی پر نگاہِ غیرت ڈالتے ہوئے دلیرانہ اقدام کا سوچئے۔ کہ حزن و ملال کی چشم خوں نابہ بار سے دیکھنے والے کیلئے منزل کا راستہ اوجھل ہو جاتا ہے۔ آپ کا المیہ بھی یہی ہے کہ مستقبل کی تصویر جناب کو صاف طور پر دکھائی نہیں دے رہی، اسی لئے معاملات کی نزاکت کا صحیح ادراک و احساس بھی نہیں۔

تاریخ عالم ایک زبردست گواہ ہے اور اسکا یہ بیان آپ کو لمحہ فکریہ فراہم کرتا ہے کہ جب بھی انقلاب رونما ہوئے انسانی خون بے دریغ بہایا گیا، دنیا کی تاریخ ہمیشہ خون سے ہی لکھی گئی، اس خون کی مدوجزری کیفیات بھی عجیب

ہیں، مصر، یونان، اور روما کی تہذیبوں کا ابھرنا اور نابود ہونا، برصغیر میں آریائی اور بدھ سماج کا عروج و زوال یورپ و افریقہ میں عیسائی تمدن کا فروغ پھر اسلامی تہذیب و تمدن اور اخلاقیات کا احیاء اور دنیا پر اسکے رحمت مآب اثرات مغرب کی جدید کا آغاز اور دیکھتی آنکھوں اسکا عبرت انگیز ارتحال سب اسی خون کی مختلف انواع کرو ٹیں ہیں۔

یہ ایک گرانڈیل سچائی ہے کہ جنگ کے بغیر صلح، موت کے بغیر زندگی اور تخریب کے بغیر تعمیر ممکن نہیں، خاتم المرسلین ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے سے منکشف ہوتا ہے کہ اس سچائی کے منکر یا تو سودخور ہیں جنہیں اپنا منافع آدمی کا خون بہانے سے زیادہ خون چوسنے میں نظر آتا ہے، یا مکار دھوکہ باز ہوتے ہیں جو دوسروں کو فریب میں مبتلا کرتے ہیں یا غلام ہوتے ہیں جو خود کیڑے ہوتے اور دوسروں کو ایسا دیکھنا چاہتے ہیں یا خشک مغز فلسفی ہوتے ہیں کہ جنکا علم انکے لئے ''حجاب اکبر'' ہو جاتا ہے۔ آج کی آئینی جمہوری سیاست میں یہ ''چاروں مغز'' پورے طمطراق سے موجود ہیں اور کبڑے غلام اسکا جزو اعظم فرنگی نے فاتح ہند کی حیثیت سے وہ سب کچھ روا رکھا جو میکیاولی فلسفہ حیات کے علمبرداروں کا خاصہ ہے نتیجہ ظاہر ہے۔ کہ نیم فرنگی مسلمانوں نے سرسید کے اعتراف شکست کو درست مانا۔ دینی غیرت و حمیت کو انتہا پسندی قرار دیا، بے راہروی کو نیا تقاضا جان کر فراخدلی سے قبول کیا اور قومی زوال پر مصلحت کوشی کا رویہ اپنایا۔ القصہ بیرونی اثرات نے ملت ابراہیمی کے جوہر ذاتی کو قریب الاختتام کر دیا، آپ کا بیان ہی نامراد پس منظر کا مکرہ پیش منظر ہے۔ غور کیجئے کہیں آپ بھی ''کبڑے غلاموں'' کی ڈار سے وابستہ و پیوستہ کونج تو نہیں؟

ہمارے حضور اقدس ﷺ کے عمل مبارک سے واضح ہے کہ کلمہ طیبہ کی پوتر تا کے نقیب بت تراش بت پرست فروش نہیں بلکہ بت شکن ہوتے ہیں۔ وہ انہیں ثقافتی ورثہ سمجھتے نہ انکی حفاظت کرتے ہیں۔ وہ تو انہیں فنا کے گھاٹ اتارنا فرض منصبی مانتے ہیں۔ آج سوئے شیروں کی ایک انگڑائی سے دشمنان حق بوکھلا گئے ہیں۔ کفر لرزہ براندام ہے، بت پرستوں پر کپکپی طاری ہے۔ پوری دنیا کفر ہم آواز ہے کہ ''افغان بتوں کو توڑنا بند کریں'' آپ نے بھی کہا کہ ''طالبان دنیا کے ثقافتی ورثہ کی حفاظت کریں۔ اقوام متحدہ میں پاکستانی مندوب نے طالبان کے فیصلے کیخلاف بین الاقوامی برادری کے رد عمل سے بھرپور ہمدردی اور یکجہتی کا اظہار کرتے ہوئے اس عمل کو غیر دانشمندانہ قرار دیا ہے۔ مسلم لیگ نے بھی افغانوں کی مذمت کی ہے۔ امریکی میوزیم کے ڈائریکٹر نے یہ بت خریدنے کا عندیہ دیتے ہوئے طالبان کو ہدف تنقید بنایا۔ اسلامی کانفرنس کے چیئرمین نے طالبان کو بت توڑنے سے اجتناب کی تلقین کی ہے۔ امریکی صدر جارج بش کے بعد وزیر دفاع جنرل کولن پاؤل نے بھی افغانوں کی بت شکن پالیسی کی شدید مذمت کی اور اسے غیر انسانی فعل قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ انسانیت کے خلاف گھناؤنا جرم ہے۔ جرمنی نے اقوام متحدہ میں بت شکنی کے خلاف قرارداد پیش کرنے کا اعلان کیا۔ بھارتی ہندو اور بدھ بھکشو مظاہرے کر رہے ہیں اور مختلف دھمکیاں دے رہے ہیں۔ پاکستان میں افغان سفیر کو طلب کر کے یہ عمل رد کئے پر زور دیا گیا۔

دوسری جانب افغان مسلمان اسلام کو ایک تمدنی قوت کے طور پر روبہ عمل لانے کی سعی کر رہے ہیں۔ وہ ماضی کے آئینے میں اس نام نہاد بین الاقوامی برادری کا کردار دیکھتے اور اسے بری طرح ناقابل اعتماد ٹھہراتے ہیں۔ انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ القدس الشریف پر یہود کے غاصبانہ قبضے کے وقت اس برادری کی آنکھ نم ہوئی نہ اسکی زبان سے ہمدردی کا کوئی میٹھا بول نکلا البتہ گذشتہ صدی میں خون مسلم کی ارزانی پر اسکا خندہ استہزا ضرور دیکھنے کو ملا۔ بابری مسجد کی شہادت پر مسلمانانِ برصغیر کی گریہ وزاری میں اسکی شرکت رسمی سی تھی۔ کشمیر کے ستر ہزار جوانوں کی خاک وخون میں تڑپتے لاشے، اسکا دل تاہنوز موم نہیں کر سکے۔ بوسنیا کوسو، چیچنیا، اور عراق کے لاکھوں شہداء، کشمیر کی ہزاروں دریدہ عصمتیں اسکی چشم کرم اپنی طرف متوجہ کرنے میں ناکام ونامراد ٹھہریں۔ افغانستان کے دشت لیلیٰ میں تقریباً بارہ ہزار مظلوم طالبان کی اجتماعی قبریں اسے نظر نہیں آئیں۔ جہاں گوشت پوست کے جیتے جاگتے انسانوں پر بربریت کی انتہا کر دی گئی۔ رشید دوستم اور جنرل مالک کو قرار واقعی سزا دینے کی بجائے اس برادری نے اپنی کوکھ میں چھپالیا مگر لکڑی، مٹی، اور پتھر کے بت ٹوٹنے پر اسے انسانیت کی تذلیل یاد آ گئی۔ یہ انمٹ حقائق ہیں جن سے سرمو انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ایسی فضا میں ایک نئی آواز بلند ہوئی، یہ ایک انوکھا نصب العین مسلمانوں کے سامنے رکھا گیا۔ نیا اور انوکھا اسلئے کہ صدیوں کی غلامی نے انہیں قرآن پاک کی بیان کردہ ایمانیات اور اعمال کی صالحیت سے دور کر دیا تھا۔ جس کا فطری نتیجہ استخلاف فی الارض ہے۔ آج وہی فراموش کردہ سبق دھرایا جا رہا ہے۔ امیر المومنین ملا محمد عمر نے اعلان کیا ہے کہ ہم بت فروش نہیں بت شکن کہلانا پسند کرینگے۔ ہم جھوٹے خداؤں کا وجود ملیامیٹ کر رہے ہیں اور دنیا اس پر واویلا کر رہی ہے مگر دنیا بھر کے مسلمانوں بالخصوص افغانستان میں مسلمانوں کو اس احتجاج پر کان نہیں دھرنا چاہیے۔ ہم بدھا کا مجسمہ دس ملین ڈالر میں بھی نہیں بیچیں گے، افغانستان میں کوئی بت پرست نہیں نہ ہی مجسمے کی عبادت ہوتی ہے، البتہ مغربی جاسوس صحافیوں اور سیاحوں کے روپ میں بت دیکھنے آتے رہے ہیں۔ بت توڑنا نبی پاک ﷺ کی سنت ہے ہم یہ کام مکمل کرینگے۔ مولانا فضل الرحمٰن نے یاد دلایا کہ ذوالحجہ میں بت شکنی سنت رسولؐ ہے، امریکہ اور اسکے یورپی وایشیائی اتحادیوں کو چاہیے کہ وہ دنیا بھر میں مظلوم مسلمانوں کے حقوق کیلئے صدائے احتجاج بلند کریں۔ اقوام متحدہ کا ادارہ مظلوموں کی مدد کیلئے وجود پذیر ہوا مگر اس نے امریکہ اور اسکے حلیفوں کے زیر اثر عراق وافغانستان کے مسلمانوں پر پابندیاں لگا کر اپنی مقصدیت سے انحراف کیا اور انسانیت کی توہین کی۔

راقم کا خیال ہے، پوری دنیا کو اس حقیقت کا کشادہ ظرفی سے اعتراف کرنا چاہیے کہ آج کے مسلمانوں میں ایک خاص قسم کا جوش ہے جس نے انکی ملی حس کو بڑی حد تک بیدار کر دیا ہے، اسلام کا نام انکا ورد زبان ہے۔ یہ جذبہ محض خیالی نہیں بلکہ اسکی ٹھوس بنیاد اور مستقل مقصد ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اپنے مفادات کو خود اپنے ہاتھ لیں۔ اپنے مسئلے خود حل کریں۔ خونِ رگ مزدور سے طاغوت بہت دنوں تک شراب کشید نہیں کر سکتا، اسکی جفاؤں سے کشت دہقان زیادہ دیر تک خراب نہیں رہ سکتی۔ اسلام انکی اقتصادی مشکلات رفع کرنے کا حل پیش کرتا ہے، یہ بے انصاف اور ظالم نہیں، اسکا

چلنا انتہائی معتدل اور عین فطرت ہے۔ اس میں شرفِ عظمتِ انسانی کے تحفظ کا مکمل نظام ہے۔ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ بقول اقبال

دلوں میں ولولے آفاق گیری کے نہیں اٹھتے نگاہوں میں اگر پیدا نہ ہو انداز آفاقی

آج کے مسلمان پہچانتے ہیں کہ وجود فرنگ اور تہذیب فرنگ کرہ ارضی پر ہمہ نوعی مفسدات تصادم کا سر آغاز ہے۔ جبر واکراہ اسی ہیت ترکیبی کا لازمی حصہ ہے۔ یہ نظام دوسروں کو بے توقیر کر کے اپنی عزت افزائی چاہتا ہے۔ امت مسلمہ اس سے چھٹکارا حاصل کئے بغیر اپنا گمشدہ مقام اور منزل گم گشتہ حاصل نہیں کر سکتی۔ مسلمانانِ افغانستان سولہ لاکھ جانوں کا نذرانہ دیکر بت شکنی کی منزل تک پہنچے ہیں۔ جہاں سے پلٹنا ارتداد اور اسکی سزا موت ہے۔ انکے ناقد نیم فرنگی مسلمان دراصل انہی کبڑے غلاموں کی نسل بے مرام ہے جو اپنے مرعوبیت کے باعث غدارانہ کردار نبھاتے اور دشمنان اسلام سے انعام پاتے رہے۔ وہ آج دن تک آئینی طور پر حلفاً وفادارانِ فرنگ ہیں اور اپنے آقایان ولی نعمت کے طفیل وابستگان اقتدار بھی یہی لوگ ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کے سلسلے میں سدِ راہ ہیں۔ معین صاحب! کہیں آپ بھی ان میں شامل تو نہیں؟

(بقیہ از صفحہ ۱۰)

اسلام کے پیش کردہ انسانی حقوق اور ان جدیدیت کے علمبرداروں کے وضع کیے ہوئے انسانی حقوق میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر کی اکثر دفعات اسلام سے متصادم ہیں۔ اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق اسلامی شرعی سزائیں غیر انسانی اور ذلت آمیز ہیں۔ دو مختلف مذاہب کے مردوں اور عورتوں کو آپس میں شادی اور ہر شخص کو تبدیلی مذہب کا حق دیا گیا ہے۔ ہر فرد کو بے لگام آزادی یعنی رقص وسرود، موسیقی اور اختلاط کو اس کا انسانی حق بتایا گیا ہے۔ ایسے ہی غیر فطری انسانی حقوق نے مغرب کو اطمینان وسکون، مروت واخلاق، تہذیب وشائستگی، ادب ولحاظ اور ہمدردی و تعاون کے احساسات وجذبات سے محروم کر دیا ہے۔

مغرب جدیدیت کی دوڑ میں تمام اخلاقی ومعاشرتی اصولوں اور ضابطوں کو روند کر انسانیت کی تمام حدود پھلانگ چکا ہے۔ پچھتاوا موجود ہے، لیکن ان کی جھوٹی اناؤں نے واپسی کے راستے بند کر رکھے ہیں۔ ہمیں مغربیت کی چکاچوند میں چھپے ہوئے انسانی اقدار کی تباہی کے ایٹم بم پر بھی غور کرنا چاہیے اور قوم وملک کو بربادیوں کی آگ میں جل مرنے سے بچا کر عزت وغیرت سے جینے کا حوصلہ دینا چاہیے۔ غیروں کی مصنوعی چمک دمک سے مرعوب ہو جانے والوں کے سر ہمیشہ سرنگوں رہتے ہیں اور غیرت مندوں کے سر کندھوں سے اتر کر بھی بلند رہا کرتے ہیں ہمیں دوسروں کی پیروی کی بجائے خود وطن عزیز کو رول ماڈل کے طور پر ایسی اسلامی فلاحی مملکت بنا دینا چاہیے کہ دنیا ہماری راہوں کو اپنا لینے پر مجبور ہو جائے اگر ایسا ہو جائے تو پھر ہمیں کسی کی خوشنودی کے لیے نہ تو کسی کورس کے اہتمام کی ضرورت پیش آئے گی اور نہ ہی انسانی حقوق کی تعلیم واشاعت کے لیے کوئی ہمیں ڈکٹیٹ کر سکے گا۔

محمد عمر فاروق

خودداری کی زندگی

ایک اخباری اطلاع کے مطابق ''چیف ایگزیکٹو نے تمام سرکاری محکموں کے افسروں اور ملازمین کو انسانی حقوق اور تعلیم عام کرنے کے بارے میں مکمل آگاہی فراہم کرنے کے لیے ملک بھر میں تربیتی کورس شروع کرانے کا حکم دیا ہے۔ اس مہم کا مقصد وفاقی اور صوبائی سول افسروں جن میں سی ایس پی، پی سی ایس اور پی بی ایس جج اور دیگر افسران شامل ہیں کو انسانی حقوق اور تعلیم عام کرنے کی اہمیت کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کرنا ہے''۔ انسانی حقوق کے ان تربیتی کورسز کے اجراء سے پہلے موجودہ حکومت نے پاکستان میں پہلی مرتبہ انسانی حقوق کی وزارت قائم کی۔ ان اقدامات کا مقصد کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ یہ حکومتی ایجنڈے کی طرح صاف اور واضح ہے۔ ۱۲، اکتوبر ۱۹۹۹ء سے لے کر اب تک حکومت نے اپنے ہر عمل سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حکومتی مشینری کے تمام کل پرزے قدامت پرست یا مذہب پسند کی بجائے سیکولر اور جدیدیت پسند ہیں۔ جنرل پرویز مشرف نے پہلی تصویر کتوں کو گود میں بٹھا کر کھنچوائی، اپنی کابینہ کے ارکان کی اکثریت ان لوگوں سے منتخب کی جو سیکولر مزاج کے حامل تھے یا متنازعہ این جی اوز کے کرتا دھرتا تھے۔ انہی این جی اوز فیم وزراء نے قانون توہین رسالت میں ترمیم کر کے فوج اور عوام میں تصادم کرانا چاہا۔ لیکن شدید عوامی ردعمل نے انہیں ایسا کرنے سے باز رکھا۔ چند روز پہلے چیف ایگزیکٹو نے یہ عجیب وغریب بیان دے کر قوم کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ ''ہم ایک فیصد انتہا پسندوں کے ہاتھوں ملک کو یرغمال بنانے کی اجازت نہیں دیں گے''۔ آخر انتہا پسندوں اور اسلام پسندوں میں امتیازی فرق کو ملحوظ کیوں نہیں رکھا جاتا۔ حالانکہ انتہا پسندوں کا کوئی عقیدہ ہوتا ہے نہ نظریہ، بلکہ وہ چند ٹکوں کی خاطر کسی کی بھی جان لینے سے گریز نہیں کرتے۔ جبکہ دینی حلقوں نے کبھی انتہا پسندی اختیار کی اور نہ کبھی انتہا پسندوں کی امداد وحمایت کی۔ بلکہ انتہا پسندوں کی قابلِ مذمت کارروائیوں میں خود حکومتی ایجنسیاں ملوث ہیں۔ جن کی بدولت دینی جدوجہد کرنے والے امن پسند کارکنوں کی راہیں بھی مسدود کی جا رہی ہیں۔ واضح طور پر انتہا پسند عناصر کو بے نقاب کر کے دینی حلقوں میں پائے جانے والے اضطرات اور بے چینی کو ختم کرنا حکومت کی اولین ذمہ داری ہے۔

ہمیں حیرانی اس بات پر ہے کہ یکایک حکومت کو انسانی حقوق اور ان کی تعلیم کا خیال کیوں کر آیا ہے کہ اس پر فی الفور عمل درآمد کے احکامات بھی جاری کر دیئے گئے ہیں۔ یہ حقیقت لاکھ دلیلوں پر بھاری ہے کہ غیر ملکیوں سے مرعوب ہو کر ان کی تہذیب وتمدن کو اختیار کر لینا دانشمندی نہیں بے وقوفی ہے۔ آپ ملک کو لاکھ جدیدیت کے سانچوں میں ڈھالیں یا پوری قوم کو مغربیت کے رنگ میں رنگ دیں۔ لیکن آپ کا گریڈ ''کالے انگریز'' سے کبھی نہ بڑھ سکے گا۔ ماضی، عبرت کی مثال ہوا کرتا ہے۔ ترکی کو ہی لیجیئے جہاں خلافتِ عثمانیہ کا گلا گھونٹ دیا گیا اور مذہب کو دیس نکالا دے کر جدیدیت اور لا

دینیت کو اندھا دھند ملک و قوم پر مسلط کر دیا گیا۔ لیکن یورپ نے آج تک اسے قبول کیا ہے اور نہ ہی اسے یورپی یونین کی رکنیت دی گئی ہے۔ جس کی وجہ ترکوں کا مسلمان ہونا ہے۔ بوسنیا یورپ کا دل کہلاتا ہے۔ لیکن حالیہ چند برسوں میں بوسنیا کے باشندوں کو مسلمان ہونے کے جرم میں تہ تیغ کر کے اس خطے کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ کیا تباہی و بربادی کے سمندر میں غرقابی سے بچنے کے لیے یہ مثالیں کافی نہیں ہیں۔

ہم جس ملت کے فرزند ہیں۔ وہ مکمل و اکمل دین کی پیرو ہے اسلام کے اپنے اصول و عقائد اور قواعد و ضوابط ہیں جو چودہ سو برس گزر جانے کے بعد بھی قیامت تک آنے والے تمام زمانوں کے لیے تر و تازہ، جدید ترین اور قابلِ عمل ہیں۔ جس دین کے خالق نے پوری کائنات تخلیق کی ہے۔ کیا اس نے انسانوں کے حقوق کا کوئی بھی ضابطہ مقرر نہیں فرمایا کہ ہمیں اس کے لیے غیروں کے وضع کردہ بے بنیاد اور بے اصل اصولوں کی پیروی کے سوا کوئی چارہ ہی نہ ہو۔ روز مرہ کی عام زندگی میں انسانی حقوق کی پاسداری تو ایک طرف رہی، جنگ کی حالت میں بھی کہ جب تباہی و بربادی اپنی انتہا پر ہوتی ہے۔ اسلام نے دشمنوں کے انسانی حقوق کے تحفظ کا درس دیا ہے۔ ہمیں انسانی حقوق کی پامالی کا الزام دینے والی ''مہذب'' اقوام نے اپنی جنگوں میں مخالف ملکوں اور ان کی رعایا پر جو ظلم و ستم ڈھائے ہیں، وہ آج بھی تاریخ کے سیاہ ابواب میں محفوظ ہیں۔ جنگ عظیم دوم میں جرمنی اور جاپان نے شکست تسلیم کر لی۔ لیکن امریکہ نے ہیروشیما پر ایٹم بم گرا کر اور لاکھوں شہریوں کو موت کی وادی میں پہنچا کر اپنے انتقام کی آگ ٹھنڈی کی گزشتہ صدی میں ''مہذب'' قوموں کے خونی معرکوں کو ایک نظر دیکھیے، امریکہ نے ویت نام میں چودہ لاکھ، اٹلی نے لیبیا میں پونے چار لاکھ، فرانس نے الجزائر میں گیارہ لاکھ اور روس نے افغانستان میں پندرہ لاکھ انسانوں کو جنگوں میں بھون ڈالا، جنگ عظیم اول اور دوم میں مرنے والوں کی تعداد ڈیڑھ کروڑ تک جا پہنچتی ہے۔ جبکہ روس اور چین کے کمیونسٹ انقلاب میں بھی ڈیڑھ کروڑ افراد موت کی نیند سلا دیے گئے۔ اس کے برعکس مسلمانوں کی لڑائیوں میں اتنے کم لوگ مارے گئے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے عہد نبوی میں کفار سے کل بیاسی لڑائیاں لڑی گئیں اور اسلامی سرحدات دس مربع میل تک پھیل گئیں لیکن اتنے عظیم انقلاب میں صرف 259 مسلمان شہید اور 759 کافر جہنم واصل ہوئے۔ اتنی مختصر تعداد میں تو انسان آجکل لمحوں میں ہی ختم کر دیے جاتے ہیں۔ آگے دیکھیے، سیدنا عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں بائیس لاکھ مربع میل، سیدنا عثمان ذوالنورینؓ کے دور میں چوالیس لاکھ مربع میل اور سیدنا معاویہؓ کے زمانۂ خلافت میں پینسٹھ لاکھ مربع میل کے وسیع و عریض خطے یعنی یورپ، افریقہ اور ایشیاء کے غالب حصے پر صرف تیس سال کی مدت میں اسلام کا پرچم لہراتے لگتا ہے۔ لیکن نصف سے زیادہ دنیا کو زیرنگیں کر لینے پر بھی مسلمانوں کے ہاتھوں کفار کا اتنا خون بھی نہیں بہتا، جتنا ''مہذبوں'' کی مذکورہ کسی ایک جنگ میں بہایا گیا۔

انسانی حقوق کی دعویدار اقوام متحدہ ہو یا مغربی ممالک، ہمیں ان کی اندھی پیروی کی بجائے غور کرنا چاہیے کہ

(بقیہ صفحہ ۸ پر دیکھیں)

محمد عمر فاروق

اسمبلیوں کی بحالی سے حاصل........؟

ہم خیال گروپ مسلم لیگ کو فتح پہ فتح کرتا چلا جارہا ہے اور اب تو ہم خیالوں کو اقتدار کی منزل واضح دکھائی دینے لگی ہے۔ ان کے ہر قدم کو مشرف حکومت کے منشاء کے عین مطابق اٹھنے کا شرف حاصل ہے۔ جس کی تردید بھی نہیں کی جا رہی۔ ادھر بے نظیر بھٹو نے اخباری بیانات کی مہم تیز تر کر دی ہے اور وہ اپنے ہم خیال دوستوں کو اور زیادہ کمر کس کر میدان میں نکلنے کے تیاری کے کاشن دے رہی ہیں اگر یہ فرض کر ہی لیا جائے کہ واقعی حکومت اسمبلیاں بحال کر دیتی ہے تو اس کے احتساب کے دعووں میں حقیقت کا کوئی ذرّہ باقی رہ جائے گا؟ اور نواز شریف کی معزولی اور اسمبلیوں کی معطلی جن الزامات کے تحت عمل میں لائی گئی تھی تو کیا وہ تمام الزامات یکسر واپس ہو جائیں گے۔؟ ان سوالات کا جواب کون دے گا؟

اسمبلیوں کے بحال ہونے کے یقین سے سیاستدانوں کے چہرے پر چمکتی لالی کھلی آنکھوں سے دیکھی جا سکتی ہے۔ لیکن پھر سے سیاسی ستمگروں سے لٹنے کے خوف سے چودہ کروڑ انسانوں کے چہرے پر چھا جانے والی زردی پر کسی کی نظر نہیں پڑتی۔ دن رات جمہوریت کا راگ الاپنے والے کبھی بھی جمہور کے دکھ درد کے حصے دار نہ بنے، جمہوریت کے نام پر عوام کے جمہوری حقوق پر ڈاکہ جمہوریت کے علمبرداروں ہی نے ڈالا، جمہوریت کی بحالی کے دعوے میں ذاتی مفادات اور مالی منفعت کا بدترین مقصد چھپا ہوا ہے۔ ہر دور میں جمہوریت زادوں نے جمہوریت کے تحفظ کا نعرہ بلند کر کے عوام پر حکمرانی کی اور اپنے اقتدار کے تمام عرصے میں سیاسی اور مالی فائدے اٹھائے اور جب اقتدار سے محروم ہوئے تو پھر تختِ حکومت پر بیٹھنے کیلئے اپوزیشن کی صورت میں بحالی جمہوریت کی ڈفلی بجانے لگے۔ یو، ڈی، ایف، ایم آر ڈی، پی این اے، گرینڈ الائنس اور اے آر ڈی جیسے جمہوری اتحادوں نے پاکستان اور پاکستانی عوام کو آخر بدامنی، نااتفاقی، دشمنی، قتل اور معاشی واقتصادی تباہی کے سوا کیا دیا ہے کہ قوم کے ان ''ہمدردوں'' کے پیٹوں میں پھر سے جمہوریت کا مروڑ اٹھنے لگا ہے۔

غور طلب امر یہ ہے کہ موجودہ حکومت کہ جس کے نزدیک ۱۲، اکتوبر کے بعد جو سیاسی جماعتیں ملک دشمن، غدار اور قوم و ملک کو لوٹنے والی جماعتیں تھیں، اب اچانک وہ سب کیونکر محب وطن اور قوم و ملک کی خیر خواہ ہو گئی ہیں۔ حالات و واقعات شاہد ہیں کہ حکومت اپنے سات نکاتی ایجنڈے سمیت کسی بھی شعبے میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں کر سکی۔ عالمی عدالت برائے انصاف سے اٹلانٹک طیارہ کیس کا اخراج عالمی سطح پر پاکستان کی سبکی کا باعث موجودہ حکومت کے عہد میں ہی بنا۔ اسی حکومت کے دور ہی میں ایک طرف بھارت سے مذاکرات کی بھیک مانگی جاتی رہی، دوسری طرف ہندوستان سے چینی درآمد کر کے داخلی سطح پر چینی کا شدید بحران پیدا کیا گیا۔ اشیائے خورونوش کی قیمتوں میں بار بار اضافہ کر کے غریب کی کمر توڑ دی گئی۔ بجلی، گیس، ٹیلی فون کے بلوں میں بلاتحاشا اضافے، سیلز ٹیکس کا نفاذ، روپے کی قیمت میں غیر اعلانیہ کمی اور

نواز شریف کی جلاوطنی سے لے کر پاکستان کے تجارتی خسارہ کا ایک ارب اٹھارہ کروڑ ڈالر تک پہنچ جانا فوجی حکومت ہی کے اعمال نامے کے مختلف ابواب ہیں۔

لگتا ہے کہ اسمبلیاں بحال کر کے حکومت اپنی ان ناکامیوں پر پردہ ڈالنا چاہتی ہے۔ تاکہ اس کی طرف اٹھنے والی انگلیوں کا رخ اب اراکین اسمبلی کی طرف پھر جائے۔ اگر حکومت واقعی اسی نہج پر سوچ رہی ہے تو پھر اسے صدر ضیاء الحق مرحوم کے اقدامات اور ان کے انجام کو بھی ذہن میں رکھنا چاہیے۔ اگر اسمبلیاں بحال کر دی جاتی ہیں تو اسمبلیوں کی بحالی کا حاصل وہی کچھ ہوگا۔ جس کے سدباب کے لیے جنرل مشرف نے اسمبلیوں کو معطل کیا تھا۔

پاکستان کا اصل مسئلہ جمہوریت کی بحالی یا فوجی آمریت کا نفاذ ہرگز نہیں ہے بلکہ حقیقی مسئلہ اس ظالمانہ نظام کی تبدیلی ہے۔ جس کے سہارے پر جاگیردار، وڈیرے، سرمایہ دار، جمہوریت و کمیونزم کے دعویدار سیاستدان، بیوروکریٹ اور فوجی آمر نصف صدی سے پاکستان کو بیروزگاری، بدامنی، نااتفاقی، قتل و غارت، مہنگائی اور فرقہ واریت سے دوچار کرتے چلے آرہے ہیں۔ جب تک اس ظالمانہ اور کافرانہ نظام اور اس کے پروردوں کا خاتمہ نہیں ہوگا پاکستان اور اس کے عوام کے دکھ کم نہیں ہو سکتے جمہوریت کی بحالی یا فوج کی بار بار کی مداخلت ملک کی فلاح اور بقاء کی ضامن نہیں بلکہ پاکستان کی فلاح اور سلامتی اسی عالمگیر نظام کی عملداری سے وابستہ ہے جو مدینہ کی پہلی اسلامی فلاحی مملکت میں مکمل کامیابی کے ساتھ جاری ہوا اور جو قیام پاکستان کا بنیادی نظریہ اور منشور بھی ہے۔

ماہانہ مجلس ذکر، روحانی اجتماع واصلاحی بیان

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

۲۶ اپریل ۲۰۰۱ء بروز جمعرات بعد عشاء

امیرِ احرار

ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیر جی

سید عطاء المہیمن بخاری

دامت برکاتہم

اصلاحی، تربیتی بیان فرمائیں گے۔ احباب و متعلقین نمازِ مغرب تک پہنچ جائیں

المعلن: ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان (فون: 511961 - 061

جاوید چودھری

پارمینو

دارا نے سکندر اعظم کو پیشکش کی، امن کا معاہدہ کر لو میری نصف سلطنت لے لو، سکندر نے پیشکش ٹھکرا دی جب سفیر واپس جانے لگا تو سکندر کے سپہ سالار پارمینو نے ٹھنڈی سانس بھری اور سکندر اعظم کو مخاطب کر کے بولا۔ ''اگر میں سکندر ہوتا تو یہ پیشکش فوراً قبول کر لیتا'' سکندر مسکرایا، پارمینو کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور آہستگی سے کہا ''ہاں میں بھی قبول کر لیتا اگر پارمینو ہوتا''۔

سچی بات یہ ہے کہ اگر بت شکن طالبان کو امریکہ، جاپان، برطانیہ، فرانس اور فن لینڈ کے سفیر بیوقوف کہتے تو مجھے شاید کوئی اعتراض نہ ہوتا لیکن جب میں نے یہ بات یونان کے سفیر ومترے لانڈریس کے منہ سے سنی تو مجھے بہت افسوس ہوا اگر میری جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو یقیناً اسے بھی اتنا ہی دکھ پہنچتا کیونکہ فن لینڈ، جرمنی، فرانس، برطانیہ، جاپان اور امریکہ کے شہریوں کا بھی سکندر اعظم سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا ہمارا اس یونانی فاتح سے لیکن محترم دمترے لانڈریس تو اس عظیم سپہ سالار اس عظیم فاتح کے باقاعدہ ''برخوردار'' ہیں لہٰذا انہیں تو پارمینو کی طرح سوچنے اور پارمینو کی طرح طالبان سے شکوہ نہیں کرنا چاہئے تھا۔

یہ عجیب بات نہیں افغانستان 22 برس سے حالت جنگ میں ہے۔ ان 22 برسوں میں پچاس لاکھ افغانی جلا وطن ہوئے لیکن دنیا کو افسوس نہیں ہوا۔ 40 لاکھ افغانی شہید ہوئے، زخمی ہوئے، معذور ہوئے لیکن دنیا کو کوئی دکھ نہیں پہنچا۔ سوویت یونین کی فوجوں کی واپسی سے سات آٹھ برس تک افغانستان میں خانہ جنگی ہوتی رہی لیکن دنیا کے دل میں رحم کا جذبہ نہیں جاگا۔ پانچ برس تک افغانستان قحط، خشک سالی اور غربت کا شکار رہا لیکن دنیا کی ممتا خاموش رہی اور اب دنیا کے بڑے بادشاہوں نے اس جنگ زدہ غریب اور بھوکے افغانستان پر پابندیاں عائد کر رکھی ہیں۔ ہزاروں بیمار بچے دواؤں کو ترس رہے ہیں اور لاکھوں لوگ شدید سردی میں آگ، تیل اور روٹی کے لئے ہاتھ پھیلائے بیٹھے ہیں لیکن انقرہ سے لیکر میکسیکو دنیا کے کسی ملک نے سسکی تک نہیں لی۔ بیجنگ سے لیکر ٹوکیو، ٹوکیو سے لیکر سڈنی تک کسی شخص، کسی ادارے کے حلق سے آہ تک نہیں نکلی لیکن جوں ہی طالبان نے دو بت توڑنے کا اعلان کیا ٹوکیو سے سڈنی تک اور میکسیکو سے انقرہ تک دنیا کے حلق سے آہیں بھی نکل رہی ہیں اور سسکیاں بھی، دنیا کی آنکھوں میں ترس بھی جاگ اٹھا۔ ممتا بھی، رحم بھی، دکھ بھی اور افسوس بھی۔ اب دنیا میں قراردادیں بھی منظور ہو رہی ہیں، میمورنڈم بھی پیش ہو رہے ہیں، وفد بھی بن رہے ہیں۔ فلمیں بھی تیار ہو رہی ہیں، دھمکیاں بھی دی جا رہی ہیں، منتیں بھی کی جاری ہیں اور افغانوں کو مجسموں کی قیمت بھی پیش کی جا رہی ہے اور یہ سب کون کر رہا ہے اور کس کے لئے کر رہا ہے؟

یہ سب کچھ مہاتما بدھ کے دو ایسے مجسموں کے لئے کیا جا رہا ہے جو باقاعدہ مجسمے بھی نہیں ہیں وہ ادھورے نقش

ہیں جو بامیان کی دو پہاڑیوں پر کھدے ہوئے ہیں۔ان میں ایک نقش 55 میٹر بلند ہے اور دوسرا 38 میٹر، یہ دونوں مجسمے فقط نقش ہیں۔عبادت گاہیں نہیں اور یہ سب کچھ کون کر رہا ہے۔اس افسوس، اس دکھ، اس رحم اور اس ترس کا جذبہ کس کے دل میں موجزن ہے، امریکہ کے دل میں، اس امریکہ کے دل میں جس نے خلیج کی جنگ کے دوران عراق کی 109 مسجدیں شہید کر دی تھیں جس نے سینکڑوں، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کروڑوں لوگوں کو یتیم، بیوہ اور رنڈوا کر دیا تھا۔جو آج بھی عراق کو اس وقت تک ڈسپرین کی گولی نہیں دیتا جب تک اسے سو عراقیوں کی موت کی خبر نہیں مل جاتی۔جس نے دوسری جنگِ عظیم کے دوران جاپان کے دو عظیم شہروں کو قبرستان بنا دیا تھا۔یہ ترس، یہ رحم، یہ دکھ اور یہ افسوس کیسے محسوس ہو رہا ہے۔یورپ کو، اس یورپ کو جس کے عین قلب میں لاکھوں بوسنیائی مسلمان قتل کر دیئے گئے۔کوسوو میں ہر اس بچے کو ماں کے پیٹ سے نکال کر کتوں کے آگے ڈال دیا جس کے آباؤ اجداد میں تین چار سو سال پہلے کوئی مسلمان گزرا تھا۔اقوام متحدہ کے دارالامان جی ہاں حد ملاحظہ کیجیے۔سربانیکا شہر سے چھ ہزار مسلمانوں کی اجتماعی قبر برآمد ہوئی اور رہیں مساجد تو آج بوسنیا میں ایک بھی ایسی مسجد نہیں ہے جس کی دیواروں پر گولیوں کے نشان نہ ہوں۔جس کے منبر پر خون کے دھبے نہ ہوں اور جس کے فرش پر بے گناہ، معصوم خواتین کی آبرو ریزی نہ کی گئی ہو۔اس افسوس، اس دکھ، اس رحم اور اس ترس کا اظہار سپین کر رہا ہے وہ سپین جس نے ہسپانیہ کے ایک ایک شہر، ایک ایک قصبے اور ایک ایک گاؤں سے مسلم تہذیب، مسلم ثقافت اور مسلم روایات کے نقش کھرچ کھرچ کر صاف کر دیئے تھے۔وہ سپین جس میں دو سو سال تک اسلامی نام رکھنے پر پابندی تھی، جس کے ایک شہر قرطبہ میں چار ہزار دو سو مسجدیں شہید کی گئی تھیں اور جس کے ایک بادشاہ کالوس پنجم کے حکم سے مسجد قرطبہ کا ایک بڑا حصہ شہید کر کے وہاں چرچ بنا دیا گیا اور یہ ترس، یہ رحم، یہ دکھ اور یہ افسوس اس بھارت کو محسوس ہو رہا ہے جس نے مسلمانوں کا مذہبی، ثقافتی ورثہ بابری مسجد شہید کر دی تھی۔جس نے چرار شریف کو آگ لگا دی تھی۔جس نے 1129 مساجد کی ایک ہٹ لسٹ تیار کر رکھی ہے جو قطب مینار توڑنے کا منصوبہ بنا رہا ہے اور جس نے ملک میں گرجا گھر جلانے کی مہم شروع کر رکھی ہے۔یہ کیا منافقت ہے کہ اگر کسی ملک میں لاکھوں لوگ جنگ کا ایندھن بن جائیں، بھوک، قحط اور بیماری کے ہاتھوں مر جائیں تو انقرہ سے لیکر میکسیکو اور سڈنی سے لیکر ٹوکیو تک کوئی احتجاج ہوتا ہے اور نہ ہی افسوس اگر طالبان بت توڑنے کا اعلان کر دیں تو بتوں کی حفاظت کے لئے 104 ممالک اکٹھے ہو جاتے ہیں۔قراردادیں منظور ہونے لگتی ہیں اور میمورنڈم پیش ہونے لگتے ہیں اور یہ بھی تو منافقت ہے کہ پیرس میں کسی مسلمان لڑکی کو سر پر سکارف لینے کے جرم میں سکول سے نکال دیا جائے اور کوئی مسلمان تنظیم اس پر احتجاج کرے تو پورا یورپ اسے فرانس کی آزادی میں مداخلت قرار دیتا ہے لیکن دوسری طرف جب طالبان اپنے ملک کی بے جان پراپرٹی، مٹی کے چند بت اور چند ادھورے نقش توڑنے کا اعلان کرتے ہیں تو فرانس سمیت پوری دنیا اسے ظلم اور زیادتی قرار دیتی ہے۔کل رات اسلام آباد میں ایک صاحب فرما رہے تھے ''اگر میں ملا عمر ہوتا تو یہ بت توڑنے کی بجائے مغرب کو بیچ دیتا''۔میں نے عرض کیا ہاں ''اگر ملا پاکستان کے وزیر ہوتے تو وہ بھی یقیناً یہی کرتے''۔(مطبوعہ روزنامہ ''جنگ'' ۶ مارچ ۲۰۰۱ء)

مولانا ڈاکٹر احمد علی سراج۔کویت

بامیان کے بت

بامیان میں دو ہزار سال پرانے تاریخی مجسموں کو مسمار کرنے کا طالبانی فیصلہ ایک راست اقدام ہے جو اسلام کی روح کے عین مطابق اور منشائے الٰہی کی عملی تعمیل کا مظہر ہے۔ اسلام میں جس طرح بت پرستی ممنوع ہے اسی طرح بت تراشی اور مجسمہ سازی کی قطعی ممانعت کی گئی ہے کیونکہ اسلام نے نہ صرف شرک وغیر الہیت کے تمام راستوں پر بند باندھنے کا حکم دیا ہے بلکہ شرک کے تمام اسباب و ذرائع کو بھی مکمل طور پر مٹانے کا درس دیا ہے۔ اس تاریخی حقیقت کو کون نہیں جانتا کہ مجسمے اور بت گمراہی اور غیر اللہ کی جھوٹی خدائی کی علامت اور مظہر رہے ہیں اور آج بھی دنیا میں بعض گمراہ قومیں ان کو پوجتی ہیں اور ان کے تقدس کی قائل ہیں اور متعدد عبا داتی عنوانات سے ان کے ساتھ اپنی عقیدت کا اظہار کرتی ہیں۔ چنانچہ طالبان کی اسلامی حکومت نے اپنی ہی سر زمین پر اپنے عقیدے و ایمان کی روشنی میں جھوٹی خدائی کے مظاہر مجسموں کو گرا کر نہ تو کوئی جرم کیا ہے اور نہ ہی کسی کی انفرادی یا اجتماعی حق تلفی کی ہے جس پر دنیا بھر میں ایک بھیڑ چال کی طرح واایلا مچا ہوا ہے۔

طالبان کے فیصلے کے خلاف عالمی رد عمل کی جو صورت حال سامنے آئی ہے وہ مذہبی سے زیادہ سیاسی نفسیات کی عکاسی کرتی ہے۔ بدھ مت کے پیروکاروں کا احتجاج کو قابل فہم ہے۔ جس کا دائرہ عالمی مناظر میں نہایت محدود ہے لیکن عالمی سیاسی حلقوں کا آپے سے باہر ہونا اور حکومتی سطح پر سفارتی دباؤ کی شدت کو بروئے کار لانا کسی بھی منطقی اور قانونی دلیل سے عاری ہے اور اس مخالفت کی روایت طالبان دشمنی کے سوا اور کوئی حیثیت نہیں جس کا مقصد کسی نہ کسی حیلے اور بہانے سے طالبان کا عرصہ حیات تنگ کرنا ہے۔ عالمی ضمیر کشمیر، بوسنیا، فلسطین۔ چچنیا میں روزانہ بے گناہ انسانوں کے بہیمانہ قتل اور ان پر وحشیانہ مظالم کی روک تھام کیلئے کبھی اس شدت سے متحرک نہیں ہوا جس طرح بے جان بتوں کیلئے طالبان کے خلاف محاذ آرا ہوا ہے اور اقوام متحدہ نے اس سلسلے میں قرار داد پاس کرنے میں ذرا بھی تاخیر نہیں کی جبکہ اسی ادارے نے زندہ انسانیت کے خلاف ظالمانہ خونریزی کو لفظی مذمت کے لائق بھی نہیں سمجھا صرف اسلئے کہ یہاں مسلمانوں کا خون بہہ رہا تھا اور بت توڑنے والے طالبان بھی مسلمان تھے یہ دوغلہ اور منافقانہ طرز عمل اسلام کے خلاف ان عالمی بت پرستوں کی شقی القلبی اور مسلم کشی کے در پردہ ناپاک عزائم کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔ افسوس ہے اس ادارے اور اسکی یک طرفہ قراردادوں کی حمایت کرنے والوں کی منافقت اور بے ضمیری پر عالم اسلام سے کوئی احتجاج نہیں اٹھا اور نہ کوئی مذمتی رویہ دیکھنے میں آیا بلکہ الٹا اپنوں نے بھی طالبان کے بت شکنی کے فیصلے کو ہدف تنقید بناتے ہوئے اسے غیر اسلامی عمل قرار دیا گویا حق پرستی کے جرأت مندانہ موقف کے بجائے مصلحت کوشی کی راہ اختیار کی گئی۔ ایسے معذرت خواہانہ طرز عمل سے عالمی سطح پر اپنے اسلامی تشخص کا کس طرح دفاع کیا جا سکتا ہے۔ اسلام دشمن باطل قوتیں ہماری انہی کمزوریوں کی وجہ سے زبردستی اپنے فیصلے ہم پر ٹھونستی ہیں اور ہمیں بے بس ہو کر ان کے آگے جھکنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ بے سروسامان

طالبان اپنی دینی حمیت اور ایمانی قوت کے بل بوتے پر عالم باطل کے اسلام دشمن فیصلوں کے آگے سرنگوں ہونے سے برملا انکار کرتے ہیں اور کسی مصلحت کو اپنی حق پرستی کی راہ میں حائل نہیں ہونے دیتے لیکن افسوس ہے ہر جائز موقع پر انہیں تنہا چھوڑ دیا جاتا ہے، اور وہ اپنے اور اپنے دین کے تحفظ کی جنگ پورے عالم باطل سے تنہا لڑ رہے ہیں۔

ہمیں افسوس ہے کہ ہمارے بعض دانشوروں نے بھی طالبان کے بت شکنی کے فیصلے کو ہدف تنقید بناتے ہوئے اسے غیر اسلامی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور انہی دلائل کا سہارا لیا ہے جو اغیار نے اس سلسلہ میں پیش کئے ہیں یہ دلائل اغیار کے مفاداتی موقف کی تو ترجمانی کرتے ہیں لیکن اسلام کی روح اور مزاج سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ان کے نقطہ ہائے نظر کی اجمالی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

۱۔ بامیان میں مجسموں کی پوجا نہیں ہوتی تھی لہٰذا وہ بت تھے ہی نہیں کہ انہیں مسمار کیا جاتا۔

۲۔ مجسمے انسانی آرٹ (Artefacts) کے نادر نمونے تھے جن کا محفوظ رکھنا ضروری تھا۔

۳۔ ان مجسموں کی بدھ مت کے پیروکاروں کے نزدیک مذہبی عقیدت اور اہمیت تھی لہٰذا ان کا گرانا مذہبی رواداری کے خلاف تھا جو غیر اسلامی عمل ہے۔

۴۔ وہ بنی نوع انسان کی تاریخ کا اجتماعی ورثہ ہونے کی وجہ سے عالمی ملکیت کا حصہ تھے طالبان نے پوری انسانیت کے اجتماعی حق کی خلاف ورزی کی۔

۵۔ وہ انسانی تاریخ کے ایک خاص دور کی ثقافت کا مظہر تھے طالبان اصولیات تاریخ کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے۔

۶۔ طالبان کے عمل سے اسلام کا امیج متاثر ہوا۔

۷۔ طالبانی اقدام کے ردعمل میں دنیا بھر میں اسلامی ثقافتی ورثے کا تحفظ خطرے میں پڑ گیا۔

۸۔ جو مجسمے دو ہزار سال کے مختلف ادوار میں نہیں گرائے گئے یکایک ان کے مسمار کرنے کا جواز کیسے پیدا ہو گیا۔

طالبان کے اقدام کے مقابلے میں ان دلائل کی حقیقت محض سطحی ہے جس میں زیادہ تر جذباتیت کا عنصر نمایاں ہے اور پورے سیمنار کو سیاسی رنگ دے کر طالبان کشی کیلئے مہم جوئی اختیار کی گئی ہے ورنہ اگر خالص اسلامی نقطہ نظر سے ان دلائل کا تجزیہ کیا جاتا تو طالبان کے اقدام کے بارے میں ہمارے اپنے دانشور اغیار کی ہم نوائی نہ کرتے۔

اب ہم ان دلائل کا فرداً فرداً جائزہ لیں گے تاکہ ان کے بارے اسلامی نقطہ نظر واضح ہو سکے جس کی بنیاد پر طالبان نے مجسموں کو مسمار کرنے کا فیصلہ کیا:

۱۔ بامیان میں بدھا کے مجسموں کی پوجا نہ ہونا ہی ان کے انہدام کا جواز ہے اگر وہ مجسمے بدھ مت کے پیروکاروں کی عبادت گاہ میں ہوتے جہاں انکی باقاعدہ پرستش ہو رہی ہوتی تو ان کا گرایا جانا اسلامی رواداری کے منافی ہوتا لیکن بامیان میں نہ بدھسٹ (Buddists) ہیں اور نہ ہی ان کی کوئی باقاعدہ عبادت گاہ ہے لہٰذا ایک اسلامی ملک میں بدھا مجسموں کے وجود

کا کوئی اسلامی جواز نہیں کیونکہ بدھسٹ کے نزدیک بدھا کے مجسمے معبود کی حیثیت رکھتے ہیں اور اسلام میں کسی جھوٹے معبود اور اسکے کسی علامتی وجود کو قائم رکھنے کی گنجائش نہیں۔

۲۔انسانی تاریخ کے مختلف ادوار میں مجسمے بنانے والے کسی قسم کے تصور آرٹ سے نا آشنا تھے انہوں نے شخصیات کے بت محض عقیدت اور پرستش کیلئے بنائے اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے انکی جھوٹی خدائیاں قائم کیں۔انہی خدائیوں کو ختم کرنے اوران کے نقوش وعلامات مٹانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل کا سلسلہ جاری رکھا اور ہر دور میں بت تہ و بالا کئے گئے۔اور بت پرستوں کی خدائیاں نابود کی گئیں۔انبیاؑ ورسل کی پوری تاریخ بت شکنی پر محیط ہے یہی مشنِ انبیاء رہا ہے یہی سنت ابراہیمی ہے۔ہادیٔ کل ختم رسول ﷺ نے خود اپنے مبارک ہاتھوں سے بتوں کو توڑ کر خانہ کعبہ کو پاک کیا ان میں بیش قیمت بت بھی تھے نام نہاد آرٹ کے ان قیمتی نمونوں کو اگر بطور یادگار محفوظ رکھنا منشاء الٰہی ہوتا تو نبی کریم ﷺ بعض لوگوں کی درخواست پر کچھ بتوں کو باقی رکھنے پر رضا مند ہو جاتے لیکن ایسا نہیں ہوا کیونکہ اسلام باطل آرٹ کے ہر تاریخی نشان کو مٹا کر توحید الٰہی کے نقوش ثبت کرنے کا دین ہے۔لہٰذا نبی کریم ﷺ کے حتمی عمل کی زندہ مثال کی موجودگی میں طالبان سے بامیانی مجسموں کو بطور آرٹ محفوظ رکھنے کی توقع رکھنا محض ایک شیطانی وسوسہ ہے۔

۳۔افغانستان میں مکمل طور پر اسلام کی عملداری ہے وہاں بامیانی بتوں کے پجاریوں کا کوئی وجود نہیں لہٰذا طالبان کسی سے مذہبی رواداری کے عملی اظہار کے طور پر ان بتوں کے گرانے کا فیصلہ نہ کرتے؟ اسلام صرف اپنی عملداری میں دیگر مذاہب کے مذہبی، معاشرتی، سماجی، معاشی اور سیاسی حقوق کی ضمانت فراہم کرتا ہے اپنی عملداری سے باہر وہ کسی بھی باطل عقیدے اور عمل کے ساتھ مذہبی رواداری کے نام پر کسی قسم کے سمجھوتہ (Compromise) کا پابند نہیں اپنی سرزمین پر جھوٹی خدائیوں کے نقوش وعلامات کی موجودگی کا کوئی اسلامی جواز نہیں تھا طالبان اپنے عقیدے کی روشنی میں اسلامی اصولوں کے پابند تھے اپنی سرزمین کے باہر بدھ مت کے پیروکاروں کی مشرکانہ عقیدت کے ہرگز مکلّف نہیں تھے۔

۴۔بامیان کے مجسمے صرف افغانستان کی ملکیت تھے جو دو ہزار سال قبل مقامی باشندوں ہی نے بنائے تھے لہٰذا ان کی عالمی ملکیت یا عالمی ورثہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا حکومتِ طالبان نے مملکت افغانستان کے مذہب اور عقیدے کی روشنی میں ان مجسموں کو گرا کر اپنے آزادانہ حق کا استعمال کیا اور اپنے ملک کے باہر کسی کے انفرادی یا اجتماعی حق کی خلاف ورزی نہیں کی بلکہ باہر والوں نے آزاد وخود مختار مملکت افغانستان کے داخلی معاملات میں بلا جواز اور ناجائز مداخلت کر کے بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی کی۔

۵۔اسلام ہر فرد کی انفرادی اور بنی نوع انسان کی اجتماعی زندگی کے ہر شعبے میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور ہر آن اس کی مکمل حاکمیت اعلیٰ قائم کرنے کا علمبردار ہے یہ انسان کی انفرادی واجتماعی خواہشات کو منشائے الٰہی کے تابع کرنے کا مطالبہ کرتا ہے وہ حق وباطل میں ایک واضح امتیاز قائم کرتا ہے اور اہلِ باطل کی کسی روش کو اپنانے یا اسے تحفظ وفروغ دینے

کی اجازت نہیں دیتا بالخصوص جس کا تعلق عقیدہ وعبادت یا شناخت و پہچان سے ہو اس میں کسی قسم کے معذرت خواہانہ رویئے یا مصلحت کوشی کی گنجائش نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد احادیث اس باب میں واضح ہیں قرآن کریم میں بھی اہل ایمان پر واضح کیا گیا ہے کہ وہ دین (اسلام) میں مکمل طور پر داخل ہوں۔ یہاں کچھ ادھر اور کچھ ادھر کی دوئی ہرگز قابل قبول نہیں۔ دوئی کے ہر نقش وعلامت کو مٹا کر ہر دینِ باطل پر غلبہ حاصل کرنا اسلام کا مزاج اور تقاضا ہے چنانچہ اسلام کسی ثقافتِ باطلہ کو قبول نہیں کرتا بلکہ وہ شرک اور فسق وفجور سے جنم لینے والی ثقافت کو جاہلیت قرار دے کر مٹانے کا مطالبہ کرتا ہے یہاں ثقافت باطلہ کو بطور تاریخ محفوظ کرنے کا کوئی تصور نہیں اللہ تعالی نے قرآن پاک میں گمراہ قوموں کے طریق واطوار (ثقافت) کو انکی تباہی وہلاکت کا سبب قرار دیا ہے اور ان کے تمام ثقافتی نشانات کو ملیا میٹ کر کے انہیں سامان عبرت بنا دیا ہے۔ جاہلیت کی مغضوب ثقافت اہل ایمان کیلئے نہ قابلِ توجہ ہے نہ قابلِ فخر اہل باطل کے نزدیک بامیان کے بت اس دورِ خاص کی ثقافت کا مظہر ہوں لیکن ہمارے نزدیک وہ سرکش قوم کی ربِ کائنات کی کبریائی ویکتائی کے خلاف بغاوت کی منہ چڑاتی تصویریں تھے جن کا گرانا آئینِ الٰہی سے وفاداری کا متقاضی تھا لہٰذا طالبان نے اپنے دینی فریضہ کی تکمیل کر کے ایک نئی تاریخ رقم کی اگر مجسمہ سازی اور بت پرستی کی ایک قدیم تاریخ ہے تو بت شکنی کی بھی اتنی ہی پرانی تاریخ ہے اور طالبان نے عہد جدید میں اس میں نیا اضافہ کر کے قدیم تاریخ کو زندہ کیا ان کا عمل عین تاریخ اور تاریخی اصول وتقاضا کے عین مطابق ہے۔

۶۔ دشمنانِ اسلام سے اسلام اور اہل اسلام کیلئے خیر خواہی کی توقع رکھنا عبث ہے۔ اسلام اہلِ باطل کی کسی ڈکٹیشن (Dictation) کا پابند نہیں یہ اللہ تعالی کا پسند کردہ دین ہے جس کا عملی امیج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی کو گواہ بنا کر قائم فرمایا کیا اس امیج کو کل اور آج کے کفار ومشرکین نے قبول کیا؟ کیا کفار ومشرکین کے نزدیک اسلام کا کوئی ایسا امیج ہے جو ان کیلئے قابلِ قبول ہو؟ جب من حیث کل اسلام اہل باطل کیلئے قابلِ قبول ہی نہیں اور ان کی اسلام سے دشمنی ختم ہونیوالی ہی نہیں تو پھر اسلام کے امیج کے متاثر ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہم اپنے دانشوروں سے پوچھتے ہیں کہ کیا اسلام اور اہلِ اسلام اور طالبان اہل باطل کی خواہشات کا دم چھلہ بن کر ہی اپنے امیج کو قائم رکھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالی نے قرآن پاک میں بار بار فرمایا ہے کہ حق اٹل اور غیر متبدل ہے کفار ومشرکین کو اگر برا لگتا ہے تو لگے معلوم نہیں دانشور حضرات اسلام کی حقانیت پر اپنے یقینِ کامل کے ساتھ اسلام کے تقاضوں کا منطقی دفاع کرنے کے بجائے استدلالات باطلہ سے مرعوب ہو کر معذرت خواہانہ رویہ کیوں اختیار کر لیتے ہیں۔ اسلام کا امیج اٹل ہے وہ انشاء اللہ کفار ومشرکین کی خواہشات سے متاثر ہونے والا نہیں۔

۷۔ طالبانی اقدام سے پہلے بھی اسلامی ثقافتی ورثہ مختلف ادوار میں خطرات کا شکار رہا ہے اس کی تازہ مثال بابری مسجد کی شہادت اور دیگر مساجد کے خلاف ہندوؤں کے دھمکی آمیز رویہ کی موجودگی ہے اس کے محرکات سیاسی ہیں

جنہیں مذہبی رنگ کی آڑ میں ہوا دی گئی ہے (Exploitation) یہاں تو کوئی طالبانی عنصر موجود نہیں تھا اس سے قبل سپین میں وسیع پیمانے پر صدیوں پر محیط اسلامی ثقافت و ورثہ کو تہہ بالا کیا گیا تھا انقلاب روس کے نتیجہ میں وسطی ایشیا کی اسلامی ریاستوں میں یہی کہانی دہرائی گئی تھی اور بھی کئی متفرق واقعات ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اسلامی ورثہ کی تباہی کے خلاف عالمی ردِ عمل اتنا شدید کیوں نہیں تھا جس قدر بامیان کے بتوں کے سلسلے میں طالبان کے خلاف دیکھنے میں آیا ہے یہ اسلام اور طالبان کے خلاف تعصب و منافقت کی بدترین مثال ہے۔

جہاں تک ردِ عمل کا سوال ہے یہ ذہن نشین رہے کہ حق و باطل کے ٹکراؤ کا سلسلہ ازل سے جاری ہے اور یہ آئندہ بھی رکنے والا نہیں ردِ عمل کے خوف سے اگر جدوجہد حق میں کوئی کمی واقع ہوتی تو اسلامی تاریخ بہت مختصر ہوتی لہٰذا ردّ عمل کی سوچ مجہولیت پن کے سوا کچھ نہیں۔

دوسرا اہم نقطہ یہ ہے کہ اسلام اپنی عملداری میں اقلیتی مذاہب کے پیروکاروں کی عبادت گاہوں یا ان کے ثقافتی ورثہ کو تباہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی یہ قبول کرتا ہے کہ دوسروں کی عملداری میں اسکی عبادت گاہوں اور ثقافتی ورثہ کو تباہ کیا جائے بلکہ وہ اس سلسلہ میں مزاحمت کا پورا پورا حق رکھتا ہے۔ بامیان میں بدھ مت کے مجسمے اور ثقافتی آثار کو اسلام کی رو سے گرانے کا جواز اسلئے تھا کہ یہاں بلکہ پورے افغانستان میں بدھسٹ پجاریوں کا کوئی وجود ہی نہیں تھا جن کیلئے ان کے مذہبی آثار کو محفوظ رکھا جاتا۔

۸۔ اگر مجسمے دو ہزار سال سے نہیں گرائے گئے تو اب کیوں ان کے گرانے کا فیصلہ کیا گیا؟ جب مجسموں کے گرانے کا اسلامی جواز موجود ہے تو وہ کسی وقت بھی گرائے جا سکتے تھے۔ صحیح کام جب بھی سرانجام دیا جائیگا وہ صحیح ہی کہلائیگا پہلے ایسا کیوں نہیں ہوا وہ ان مجسموں کے گرانے کی صحتِ جواز کو متاثر نہیں کرتا ہم طالبان کے فیصلہ کو جرأت مندانہ اور مجاہدانہ اقدام قرار دیتے ہوئے انہیں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں اور اپنے مضمون کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ پر ختم کرتے ہیں ''میں زمانۂ جاہلیت کی رسومات اور بتوں کو توڑنے کیلئے بھیجا گیا ہوں۔'' مشرکانہ آرٹ اور جاہلانہ ثقافت کو محفوظ رکھنے کیلئے بحث کرنے والوں کو اس حدیث کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔

دعاء صحت

مجلس احرار اسلام سیالکوٹ کے سالار اور بزرگ احرار کارکن محترم سالار عبدالعزیز صاحب طویل عرصہ سے علیل ہیں چیچہ وطنی سے ہمارے کرم فرما اور رفیقِ فکر محترم شیخ محمد رفیق صاحب کے والد ماجد شیخ فضل کریم صاحب ان دنوں شدید علیل ہیں اور سروسز ہسپتال لاہور میں زیرِ علاج ہیں۔

احباب ان مہربانوں کے لئے اور تمام مریضوں کی شفاء یابی کے لئے دعاء فرمائیں۔

محمد الیاس

طالبانائزیشن.........اور.........ماڈرنائزیشن

پاکستان میں روز اول سے ایک طبقہ ملک کی نظریاتی اور اقتصادی بنیادوں کو کمزور کرنے کے درپے ہے۔ اس طبقے نے اپنی حرکت وعمل کیلئے نہایت خوش نما عنوانات اختیار کئے ہیں، یعنی روشن خیالی، وسیع النظری اور ترقی پسندی روشن خیال لوگوں نے پاکستان میں یورپی اور ہندو تہذیب کو رائج کیا۔ ایک ایسا تہذیبی آمیختہ جو سراسر مخرب اخلاق ہے، اس لیے کہ یہ کافرانہ بھی ہے، مشرکانہ بھی ہے اور ملحدانہ بھی۔ یہ وہ ''پاکستانی تہذیب'' ہے جو انسانی اور ایمانی نہیں، حیوانی اور شیطانی عناصر وعوامل سے مرکب ہے۔ اسے تہذیب نہیں کہا جا سکتا۔ یہ ایک بیماری ہے کہ جس کے اثرات اور علامات ہمارے رویوں میں ظاہر ہوتے ہیں وہ سب روّیے، جو ''تہذیبِ نو'' کے مرعوبین اور محصورین سے خاص ہیں، اور جن رویوں کے حاملین جہاد کو دہشت گردی بت شکنی کو ظلم و ناانصافی اور دین داری کو بنیاد پرستی قرار دیتے ہیں۔ یوں تو ان تہذیبی مریضوں، جمہوری جانوروں اور معاشی حیوانوں کا وجود وطنِ عزیز کیلئے بجائے خود ایک مسئلہ، ایک روگ، ایک سانحہ اور ایک عذاب ہے، لیکن ان کا سب سے بڑا مسئلہ پاکستان ''طالبانائزیشن'' سے بچانا اور ''ماڈرنائزیشن'' میں مبتلا کرنا ہے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے ''تہذیبی درآمدات'' کو فروغ دیا جا رہا ہے۔

اس سلسلے میں جو تازہ تحائف درآمد کئے گئے ہیں، ان میں ''بسنت'' اور ''جشنِ بہاراں'' جیسی ''خوشنما'' رسومات بھی شامل ہیں۔ بسنت، ایک ہندوانہ رسم جو ایک گستاخِ رسول کی یاد میں منائی جاتی ہے بسنت کی فضول خرچیوں میں کروڑوں روپے ضائع کر کے پاکستانی معیشت کو کمزور کرنے والے کہاں کے محبِ وطن ہیں؟ اور پھر ''جشنِ بہاراں'' کے نام سے ایک نئی رسم کا اضافہ کس بات کا غماز ہے؟ کیا اس بات کا کہ ملک میں بجلی آئے روز مہنگی، پانی روز بروز کم یاب اور بدامنی وقتل وغارت عروج پر ہے، لہٰذا ''جشن بہاراں'' منایا جائے اور گھر پھونک کر تماشا دیکھا جائے۔

گزشتہ کئی سالوں سے جدت پسندوں نے ایک اور رسم بد ''اپریل فول'' کا اضافہ کر کے قوم کو فضول، غیر شرعی، غیر اخلاقی کاموں پر لگا کر اس کو اصل مقصد سے ہٹایا جا رہا ہے ''اپریل فول'' جو کہ ہر سال یکم اپریل کو منایا جاتا ہے، تکذیب واستہزا کا امتزاج کیونکر ہے۔ اس موقع پر بولا جانے والا بے تحاشا جھوٹ متعدد جانوں کے ضیاع کا باعث بنا ہے جس جوش وخروش اور جذبے کے تحت ''مغربی تہذیبیں'' منائی جاتی ہیں یہ تو یورپ و دیگر مغربی ممالک میں بھی ''متروک عمل'' کا درجہ حاصل کر چکی ہیں۔ پھر یہ سیاسی لقندرے اور جمہوری چقندرے ان تہذیبوں کو منانے کیلئے کیوں بے چین و بے قرار رہتے ہیں مغرب کی ظلمتِ شب میں کھو جانے والے اسلام کی روشن صبح کے دامن میں کیوں پناہ نہیں لیتے؟ انہیں ایسا کرنے سے کونسی طاقت مانع ہے۔ اپنے آپ کو قعرِ مذلت سے نکال سے گلشنِ اسلام کے پاک و پوتر اور معطر پھولوں سے

اپنے من کو مہکانے سے کیوں قاصر ہیں۔ ایک بار ظلمتِ کذب کی ٹیڑھی راہوں کو چھوڑ کر عظمتِ صدق کے صراطِ مستقیم پر اپنے آپ کو چلائیں۔

حال ہی میں ملتان سمیت بعض شہروں میں ڈاگ شو منعقد کئے گئے۔ جس طرح یہ لوگ کتے کے ساتھ محبت کا اظہار کرتے ہیں اس کے لباس، خوراک، علاج کا خیال رکھتے ہیں جس طرح کتے کی آرائش و نمائش کی جاتی ہے اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ صرف یہ کہ ''کتا کلچر'' کے مٹھی بھر دلدادگان کو اس ملک کے کروڑوں لوگوں کی بھوک، ننگ، افلاس اور کس مپرسی و بے چارگی پر ہنسنے کی اجازت ہے۔ انہیں اس ملک کی نظریاتی شناخت اور دینی روایات سے کوئی علاقہ نہیں۔ ''پاک سرزمین'' پر بسنے والے یہ ناپاک لوگ عملاً بتا رہے ہیں کہ ان کے نزدیک کتا ایک ناپاک جانور نہیں ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کتے کے بارے میں فرمایا کہ جس گھر میں کتا ہو، اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے اور جس ملک میں کتا کلچر ہو.....؟

یورپ کی اندھی تقلید کا ایک اور شاخسانہ ''ویلنٹائن ڈے'' ہے، جس کا مقصد بے حیائی اور اوباشی کو فروغ دینا ہے۔ اس موقع پر قومی اخبارات کی خصوصی کوریج نہایت معنیٰ خیز ہے۔ روزنامہ ''جنگ'' نے ''ویلنٹائن ڈے'' کے موقع پر خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا اور حیوانی خواہشوں اور شہوانی جذبوں سے سرشار عوام و خواص کے پیغامات شائع کئے روزنامہ ''جنگ'' کو یہ ''اعزاز'' بھی حاصل ہے کہ وہ آئے روز مختلف لادین اور اسلام دشمن لوگوں کو نمایاں کرنا اور انٹرویو شائع کرتا رہتا ہے مثلاً ڈاکٹر مبارک علی ہو، عاصمہ جہانگیر ہو یا حمزہ علوی ہو۔

یہ سب رویئے ایک کم سواد دوں نہاد اور بے بنیاد ''تہذیب'' میں مبتلا لوگوں کے رویے ہیں، مریضانہ رویے بنیاد پرستوں سے خائف ''بے بنیادوں'' اور فکر و عملی آوارگیوں سے آلودہ ''جدیدیوں'' کے رویے ان رویوں سے نمٹنے کیلئے طالبان کا عمل اور مولانا ظفر علی خانؒ کا قلم درکار ہے ظفر علی خانؒ جس نے کہا تھا۔

تہذیبِ نو کو منہ پر وہ تھپڑ رسید کر
جو اس حرام زادی کا حلیہ بگاڑ دے

(بقیہ از صفحہ ۲۳)

میرا بیٹا شہید ہے، ماتم نہ کیا جائے: والد کی ہدایت غازی حق نواز جھنگویؒ کے والد شیخ خالد محمود نے کہا ہے کہ میرا بیٹا شہید ہے اور وہ جنت میں ہے بدھ کو صاحبزادے کی موت پر ماتم کرنے والے افراد سے انہوں نے کہا کہ وہ ماتم نہ کریں وہ ایک مشن پر شہید ہوا اور ہم کامیاب ہو گئے۔ (بشکریہ روزنامہ ''اوصاف'' اسلام آباد یکم مارچ 2001ء)

جنازہ کا جلوس ایک کلومیٹر لمبا تھا شیخ حق نواز جھنگوی کے جنازہ کا جلوس تقریباً ایک کلومیٹر لمبا تھا اور نماز جنازہ میں 20 ہزار کے قریب لوگ شریک ہوئے ہزاروں افراد مساجد میں نماز جنازہ کے اعلان کا انتظار کرتے رہے اور نماز جنازہ کا اعلان نہ ہونے کے باعث شرکت سے محروم رہے۔ (بشکریہ روزنامہ ''خبریں'' ملتان یکم مارچ 2001ء)

بلا تبصرہ　　اخبارات کی زبانی

شہید ناموس صحابہ۔غازی حق نواز جھنگوی کو پھانسی دے دی گئی

(میانوالی) ایرانی سفارتکار صادق گنجی کے قتل کے مجرم غازی شیخ حق نواز جھنگوی کو 28 مارچ 2001ء بدھ کی صبح ساڑھے چھ بجے میانوالی جیل میں پھانسی دے دی گئی۔اس موقع پر جیل اور ضلعی انتظامیہ کے اعلیٰ حکام موجود تھے۔شیخ حق نواز جھنگوی کو صبح ساڑھے تین بجے گرم پانی سے غسل دیا گیا جس کے بعد وہ عبادت میں مصروف رہے چھ بجکر بیس منٹ پر اسے پھانسی کے لباس میں پھانسی گھاٹ کی طرف لے جایا گیا تب اس کے ہاتھ پیچھے کی طرف بندھے ہوئے تھے پھانسی گھاٹ پر اس کے پاؤں باندھے گئے اور پھر اسے کالا نقاب پہنا دیا گیا۔ٹھیک ساڑھے چھے بجے سپرنٹنڈنٹ جیل کا اشارہ ملنے پر جلاد نے لیور کھینچ دیا۔جس سے اس کا جسم نیچے لٹک گیا۔اس کے بعد ڈاکٹر نے بار بار اس کا معائینہ کیا اور موت کی تصدیق ہونے پر اس کی میت چارپائی پر ڈال کر جیل کے گیٹ کے باہر لائی گئی جونہی غازی حق نواز کی میت ایمبولینس میں جیل سے باہر آئی وہاں کھڑے سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں نے نعرے بازی کی۔ایمبولینس نمبر۔MIA 7031 کی اگلی سیٹ پر غازی حق نواز کا بھائی شیخ محمد اصغر بیٹھا تھا جس نے باہر کھڑے افراد کو دیکھ کر نعرہ تکبیر بلند کیا جواب میں وہاں موجود ایک ہجوم نے اللہ اکبر کے نعرے بلند کئے۔انہوں نے　　　یق کے خلاف بھی نعرے بازی کی۔باہر اگرچہ بھاری تعداد میں پولیس تعینات تھی، تاہم کارکنوں کی ایک بڑی تعداد وہاں اکٹھی ہوگئی۔انہوں نے جذباتی انداز میں آگے بڑھ کر ایمبولینس کو زبردستی روک لیا پولیس نے انہیں صرف چہرہ دیکھنے کی اجازت دی۔کارکن چہرہ دیکھتے ہوئے دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔بعدازاں غازی حق نواز جھنگویؒ کے والد، شیخ خالد محمود، بھائی محمد اصغر، بہنوئی محمد اشرف، بہنوئی رحمت اللہ، بہنوئی شیخ طارق کزن شیخ مبشر اور شیخ عثمان نے لاش وصول کی اور سوا سات بجے لاش لے کر جھنگ کیلئے روانہ ہوگئے۔شیخ حق نواز جھنگویؒ کی میت بدھ کو صبح پونے گیارہ بجے جھنگ شہر پہنچ گئی۔پولیس کی بھاری نفری بھی میت کے ہمراہ تھی۔شیخ حق نواز کی دوبارہ نماز جنازہ نماز عصر کے بعد جھنگ میں ادا کی گئی اور انہیں ان کی وصیت کے مطابق سپاہ صحابہؓ کے بانی مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

شیخ حق نواز جھنگوی کا آخری سامان جیل حکام نے شیخ حق نواز کا جو سامان ان کے ورثا کے حوالے کیا ان میں ایک پنج سورۃ، سپاہ صحابہ کا پرچم، پارہ نمبر 29 اور 30 اور ایک اجرک شامل ہے۔(بشکریہ روزنامہ ''جنگ'' لاہور یکم [redacted]ارچ ۲۰۰۱ء)

جیل حکام کے تاثرات جیل حکام کے ایک کانسٹیبل نے حق نواز کی پھانسی پر اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ زندگی میں کسی کو اتنی دلیری کے ساتھ پھانسی گھاٹ کی طرف جاتے نہیں دیکھا۔جیل ذرائع کے مطابق شیخ حق نواز ساری رات جاگتے اور درود وظائف و تلاوت کلام پاک میں مصروف رہے اور جب اسے تختہ دار پر لے جانے کیلئے

بلایا گیا تو وہ اطمینان سے چلتے ہوئے خود پہنچ گئے۔

آخری وصیت شیخ حق نواز جھنگوی کا آخری وصیت نامہ بھی جیل سے باہر بڑی تعداد میں تقسیم کیا گیا جس میں لکھا تھا کہ غازی علم دین شہیدؒ ناموس رسالت ﷺ پر قربان ہوئے تو میں عظمت صحابہؓ پر قربان ہو رہا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ صادق گنجی نے ایرانی پیشوا خمینی کی کتاب ''اتحاد و یک جہتی'' کا اردو ترجمہ کر کے فری تقسیم کیا۔ جس کے صفحہ نمبر 15 پر خمینی لکھتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام دنیا میں انصاف کے نفاذ کیلئے آئے لیکن وہ کامیاب نہیں ہوئے، حتیٰ کہ خاتم المرسلین ﷺ بھی اپنی زندگی میں کامیاب نہیں ہوئے۔ ایرانی قوم اور اس کے کروڑوں کی آبادی آنحضرت ﷺ کے دور اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پیروکار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہتر ہیں۔ اس کے علاوہ صادق گنجی مولانا حق نواز جھنگوی شہید کے قتل کی سازش میں شریک تھا۔ شیخ حق نواز جھنگوی نے اپنے وصیت نامے میں اپنے خاندان والوں کو صوم وصلوٰۃ کی مکمل پیروی کے لئے لکھا اور خصوصاً اپنے خاندان کے بچوں کے شیخ محمد فہد، شیخ عمر احتشام الٰہی اور زین العابدین کو حافظ بنایا جائے۔ وصیت کے آخر میں والسلام اسیرِ ناموس صحابہؓ شیخ حق نواز جھنگوی لکھا تھا۔

والد اور اہل خانہ کے نام آخری خط شیخ حق نواز جھنگوی نے میانوالی جیل سے اپنی والدہ اور دیگر اہل خانہ کو لکھے گئے آخری خط میں لکھا کہ اس نے اپنی تمام اپیلیں مسترد ہونے اور بلیک وارنٹ کے اجراء پر افسوس کی بجائے الحمد اللہ کہتے ہوئے رب کائنات کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو کر شکرانہ کے چار نوافل ادا کئے ہیں۔ کیونکہ زندگی کا مالک وخالق وہی ہے۔ اسی کی طرف سے موت کا ایک وقت مقرر ہے اس کا ایمان ہے کہ تقدیر میں موت کا جو وقت لکھ دیا گیا اسے دنیا کی کوئی طاقت ایک منٹ کیلئے بھی آگے پیچھے نہیں کر سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں جو اسے ایک لمحہ کیلئے بھی زندہ نہ دیکھنا چاہتی تھیں۔ ان کے تمام تر کوششوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اسے دس سال تک زندہ رکھا، شیخ حق نواز جھنگوی نے لکھا ہے کہ اس کا ضمیر مطمئن ہے یہی وہ بات ہے جس کی وجہ سے 19 دسمبر 1990ء سے لے کر آج تک جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں قید تنہائی کے باوجود ایک پل بھی ایسا نہیں گزرا۔ جب اسے اپنے اقدام پر ندامت یا اضطراب و پشیمانی ہوئی ہو۔ اس نے مزید لکھا ہے کہ اس کی آنکھوں کی بینائی بہت حد تک ختم ہو چکی ہے لیکن دل کا نور برقرار ہے۔ معذوری کے باوجود الحمد اللہ ایمانی و روحانی روشنی نے ہر وقت اس کی مکمل رہنمائی کی ہے۔ شیخ حق نواز جھنگوی نے اپنا مقدمہ خدا اور عوام کی عدالت پر چھوڑتے ہوئے کہا کہ عدالتوں کا فیصلہ اپنی جگہ لیکن بحیثیت مسلمان اس نے غلط کیا یا صحیح اس کا فیصلہ عوام کرے گی۔ اس نے اپنے والدہ، والد شیخ خالد محمود، چھوٹے بھائی شیخ محمد اصغر، چاروں بہنوں، بہنوئی میاں محمد طارق، شیخ محمد اشرف بھانجی بی بی عائشہ الٰہی اور دیگر عزیز و اقارب کو آزمائش کی گھڑی میں صبر و استقامت کی تلقین کی۔

(بقیہ صفحہ ۲۱ پر ملاحظہ کریں)

حضرت مولانا عبدالحق چوہان رحمۃ اللہ علیہ

’’شہید کربلا‘‘ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

دانا دشمنوں کی طرف سے میدان کربلا آویزش کے نتیجہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی ذمہ داری سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس اقدام پر عائد کی جاتی ہے کہ ’’انہوں نے امیر یزید‘‘ کو اپنی زندگی میں ’’**منصب ولایة عهد**‘‘ پر فائز کیا تھا اوران کے اسی اقدام کے باعث چونکہ اس کو کرسی اقتدار پر تمکن حاصل ہوا؟ اس لئے بہ توسطِ یزید اس المناک حادثہ کی ذمہ داری حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر عائد ہوتی ہے‘‘۔ اس لئے میدان کربلا میں واقع ہونے والے اس حادثۂ فاجعہ کے بیان کرنے سے قبل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کی وضاحت ضروری ہے سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ عمل دو امور کو متضمن ہے۔

۱۔ ایک یہ کہ خلیفہ کا اپنی زندگی میں مستقبل کیلئے کسی شخص کو خلافت کیلئے متعین کرنا

۲۔ اور دوسرا یہ کہ یہ ذمہ داری خلیفہ اپنے کسی قریبی رشتہ دار کے سپرد کردے۔

اگر خلیفہ کو اس امر کا خطرہ ہو کہ اس کی وفات کے بعد انتخابِ خلیفہ کے باعث امت میں افتراق پیدا ہوگا اور وحدت امت اختلاف وانتشار کی فضا میں تحلیل ہو جائیگی۔ تو پھر مصالح امت کے پیش نظر خلیفہ اپنی زندگی ہی میں اپنے بعد خلافت کے لئے کسی شخص کی نامزدگی کرسکتا ہے۔ اس مصلحت امت کے باعث سیدنا ابوبکر صدیق سلام اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلافت کیلئے متعین کیا تھا۔ کیونکہ ’’ثقیفہ بنی ساعدہ کا اجتماع‘‘ اور پھر اس اجتماع میں اختلاف آراء کے ظہور کا منظر انکی آنکھوں کے سامنے تھا۔ اوران کو یہ حقیقت بھی معلوم تھی کہ اس اختلاف کا سدّ باب ان کی ذات اقدس کی جامعیت کی وجہ سے ہوا تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی زندگی کے آخری لمحات میں انتخاباتِ خلافت کیلئے چھ افراد کی شوریٰ متعین کر کے انہی حضرات میں سے خلیفہ کی نامزدگی کا اختیار ان کے سپرد کر دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ تحدید اور تعیین بھی ایک قسم کی نامزدگی ہے۔ اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں نکسیر کی وباء پھوٹ پڑی تو امت کی مصلحت کے پیش نظر بعض افراد نے ان کو بھی یہ مشورہ دیا تھا کہ آپ اپنے بعد کیلئے خلیفہ کا تعین کرلیں۔ امت کا یہ تعامل اور خصوصاً سیدنا صدیق اکبرؓ کا عمل منصب ولایت عہد کی مشروعیت اور جواز اور اس کے برحق ہونے پر واضح دلیل ہے۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت اور اس دور میں امت کی خانہ جنگی کے ہولناک مناظر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کے سامنے تھے اور آپ نے امت کی اس مصیبت پر اپنے اضطراب کا اظہار خاص الفاظ سے کیا تھا جس وقت مصلح امت خلیفہ خامس وراشد سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی فوج اور

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج معرکہ آرائی کے لئے تیار ہو کر ایک دوسرے کے سامنے آ گئی تھیں۔

استقبل واللّٰه الحسن بن علی علی معاویة بکتائب کا مثال الجبال فقال عمرو بن العاص انی اری کتائب لا تولّی حتیٰ تقتل اقرنها فقال له معاویة کان واللّٰه خیر الرجلین ای عمروا ان قتل هولاء هولاء وهولاء هولاء من لی بامور الناس من لی بنسنائهم۔ من لی بضیعتهم؟ بخاری (ج ا ص ۳۷۲)

خدا کی قسم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ پہاڑوں جیسے لشکر لے آئے تھے۔ تو حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا ''میں ایسے لشکر دیکھ رہا ہوں کہ جو اپنے جیسے آدمیوں کو بغیر قتل کئے واپس نہ ہوں گے'' تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اور خدا کی قسم حضرت معاویہؓ۔ عمرو بن العاصؓ سے بہتر تھے اے عمرو اگر یہ آدمی ان سے لڑے اور وہ ان سے لڑے۔ تو میں لوگوں کے معاملات کا کیا کرونگا؟ ان کی عورتوں کا کیا بنے گا؟ اور ان کے مال و متاع کی حفاظت میں کس سے کراؤنگا؟

اور اس وقت یہودی سبائی رافضی تحریک امت کے قلوب میں افتراق وانشقاق پیدا کرنے کیلئے جس نوعیت کے اختلاف کی تخم ریزی کی قبیح حرکت کا ارتکاب کر رہی تھی۔ اس کے پیش نظر وحدت امت کی مصلحت کیلئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کامل غور و تدبر اور مملکت اسلامیہ کے اطراف سے آئے ہوئے مختلف وفود سے مشورہ کرنے کے بعد ہی یزید کو ولایت عہد کے منصب پر اپنے بعد کیلئے امیر وخلیفہ متعین کیا تھا۔ نظام اسلام میں اجتماعی زندگی کو جو اہمیت ہمیشہ حاصل ہے اس کے پیش نظر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام عین صواب ہے۔ حمید ابن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ ''میں یزید کی ولی عہدی کے وقت حضرت بشیرؓ کے پاس گیا جو صحابہؓ میں سے تھے تو انہوں نے فرمایا۔

"یقولون انما یزید لیس بخیر امة محمد صلی اللّٰه علیه وسلم وانا اقول ذالك ولكن لان یجمع اللّٰه امة محمد احب لی من ان تفترق (تاریخ الاسلام اللذهبی ج ۲۷ ص ۲۶۷۔ ۲۶۸ به حواله حضرة معاویةؓ اور تاریخی حقائق ص ۹۸)

لوگ کہتے ہیں کہ یزید امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے بہتر نہیں ہے اور میں بھی کہتا ہوں۔ لیکن امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جمع ہونا مجھے اس کے افتراق کے مقابلہ میں زیادہ پسند ہے۔

امر دوم یہ کہ ''کیا خلیفہ اپنے کسی قریبی رشتہ دار کو امور مملکت کے کسی اعلیٰ منصب پر فائز کر سکتا ہے کہ نہیں''؟ اس پر بھی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں کہ خلیفہ اپنے قریبی رشتہ دار کو کسی اعلیٰ عہدہ پر متعین نہیں کر سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حیات کے آخری لمحات میں بعض حضرات نے خلافت کیلئے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا نام پیش کیا تھا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں اس کو اپنے بعد کیسے خلیفہ متعین کر سکتا ہوں کہ یہ تو میرا بیٹا ہے؟'' اور یہ نام پیش کرنے والے بھی صحابہ تھے۔ اگر یہ عمل ناجائز ہوتا؟ تو صحابہ یہ تجویز ہرگز پیش نہ کرتے! اور حضرت عثمانؓ نے اپنے دورِ خلافت میں اہلیت کی بنیاد پر بنوامیہ کے بعض افراد کو جب حکومت کے عہدہ پر متعین کیا تو سبائیوں نے آپ پر اعتراض کیا۔ اس پر علماء

امت نے تحقیق کے نقطۂ نظر سے جو جواب دیا ہے وہ یہ ہے:

منها تولية اقاربه وليس فى هذا ادنى عيب لان رسول الله صلى الله عليه وسلم ولىٰ عليا وهو ابن عمر واذ كانت تولية القريب عيبا لنهى عنها عليه السلام ولم يفعلها و مع ذالك فالا سلام سوى بين الناس لاقريب عنه ولا بعيد فالا مرموكول لرامى الا مام الذى القيت اليه مقاليد االامة ("اتمام الوفاص ٦٠٦)

حضرت عثمانؓ پر جن امور کی وجہ سے اعتراضات کئے گئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو امور مملکت کا متولی بنا دیا تھا۔ حالانکہ اس عمل میں ذرہ برابر کوئی عیب نہیں اسلئے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ولایت (یمن) متعین کیا تھا حالانکہ رشتہ کے اعتبار سے حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔ اگر قریبی رشتہ دار کو عہدہ پر فائز کرنا ناجائز ہوتا؟ تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل سے روکتے اور خود بھی یہ کام نہ کرتے کہ اسلام دینِ مساوات ہے اس میں قریب اور بعید کا تصور نہیں بلکہ تمام امور خلیفہ وقت کی رائے کے سپرد ہیں۔ جس طرح مصلحت دیکھے اسی پر عمل کرے کیونکہ امت کے تمام امور کی چابیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔

حضرت معاویہؓ کے دورِ خلافت میں بنوامیہ کو جو سیاسی تفوق حاصل تھا اس کا تقاضٰی ہی یہ تھا کہ ولایت عہد کا منصب یزید کے سپرد کیا جائے۔ کیونکہ اس عمل پر امت کی جس مصلحت کا داعیہ حضرت معاویہؓ کے لئے محرک بنا اس کا حصول ہی اسی طرح ممکن تھا۔ اس کے بغیر اگر کوئی دوسری صورت اختیار کی جاتی؟ تو امت پھر دورِ خلافت علیؓ والے اختلاف وانشقاق کا شکار ہو جاتی۔ علامہ ابن خلدون اپنی مشہور کتاب "مقدمه ابن خلدون" میں اس امر پر بحث کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

''لیکن اس میں اعتراض وتہمت کا سرے سے کوئی موقع نہیں بالخصوص جبکہ مصلحت کا تقاضا ہی یہ ہو کہ بیٹے ہی کو ولی عہد مقرر کیا جائے۔ ورنہ یہ اندیشہ لاحق ہو کہ مسلمانوں میں سخت اختلاف اور انتشار پیدا ہو جائے گا ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ بیٹے ہی کو ولی عہد مقرر کرنا قرین عقل ہے جیسے معاویہ کو بہ درجہ مجبوری کرنا پڑا۔ کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرتے؟ تو انہیں بنوامیہ کی شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا۔ جن کا ان دنوں بڑا زور تھا۔ اگرچہ یہ درست ہے کہ وہ یزید سے زیادہ بہتر آدمی کو اس غرض کیلئے چن سکتے تھے۔ لیکن ''افضل'' کے مقابلہ میں مفضول ''کو محض اس بناء پر ترجیح دی گئی تا کہ مسلمانوں کے اتحاد واتفاق کو گزند نہ پہنچے۔ جس کا قائم رکھنا شارع کے نزدیک بہت اہم ہے۔ یاد رہے کہ حضرت معاویہؓ کے متعلق اس کے سوا کچھ اور کہنا ممکن بھی نہیں کیونکہ وہ ''صحابی'' ہیں اور دوسرے تمام صحابہ کا ان کے اس فعل پر اعتراض نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ان کو اس معاملہ میں شک کی نظر سے نہیں دیکھتے تھے (''افکار ابن خلدون'' از مولانا محمد حنیف ندوی مرحوم ص ۱۴۸۔۱۴۹)

ان تمہیدی معروضات کے بعد اب اصل واقعہ بیان کیا جاتا ہے اس سے قبل ایک اور حقیقت کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ محرم کی ماتمی مجالس میں ''مذمت یزید'' مروان ابن الحکمؒ ''اور حضرت معاویہ ابن ابی سفیان

رضی اللہ عنہما کے متعلق ''ملحد ذاکر چند احادیث پیش کرتے ہیں جو کہ بہ اتفاق آئمہ ''اصول حدیث'' موضوعات میں شامل ہیں۔

و من ذالك الاحاديث في ذم معاوية و ذم عمرو بن العاص و ذم بني امية و مدح المنصور و السفاح و كذا ذم يزيد و الوليد و مروان بن الحكم (الموضوعات الكبير لملا علي القاري ص (١٦٩-١٧٠)

ان موضوعات میں وہ احادیث ہیں جو کہ مذمت معاویہؓ مذمت عمرو ابن العاصؓ اور مذمت بنی امیہ اور مدح منصور اور سفاح عباسی میں پیش کی جاتی ہیں اور اسی طرح مذمت یزید و ولید اور مروان ابن حکمؓ کے متعلق بھی جو احادیث پیش کی جاتی ہیں وہ موضوع ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت حسینؓ صحابیؓ ہیں اور ان کی مدح میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث بھی مروی ہیں اور ساتھ ہی ان کو بشارت جنت کا شرف بھی حاصل ہے جبکہ امیر یزید ان تمام فضائل و مناقب سے تہی دامن ہے اس اعتبار سے یزید کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کیا نسبت دی جاسکتی ہے؟

''چہ نسبت خاک را با عالم پاک''

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد منافقت کا شکار فتنہ انگیز لوگ شرارت انگیز یہودی تحریک کی تجدیدی مساعی میں مصروف ہو گئے۔ انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے رابطہ قائم کیا۔ اور یہ بات ان کے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی کہ ''یزید کا اقتدار تاہنوز مستحکم نہیں ہوا اور ابھی تک اس کی ''امارت'' پر امت متحد نہیں ہوئی اس کام کی سرانجام دہی کیلئے عبداللہ ابن سبع ہمدانی'' کے ذریعہ سے سلیمان بن صرد۔ رفاعہ ابن شداد اور حبیب ابن مظاہر کے خطوط روانہ کئے ان خطوط کی پہلی قسط آپ کے پاس ۱۰، رمضان ۶۰ھ کو پہنچی پھر دو دن کے بعد آپ کے پاس ''قیس بن، مسہر'' اور عبدالرحمن ابن عبداللہ ۵۳ خطوط کی دوسری قسط لیکر حاضر ہوئے اور پھر دو دن کے وقفہ کے بعد ''ھانی ابن ھانی سبیعی'' اور سعید ابن عبداللہ خطوط کی تیسری قسط لیکر حاضر ہوئے ان تمام خطوط کا مشترکہ مضمون یہ تھا کہ:

''ہم اپنے امیر (یزید کے گورنر) ''نعمان ابن بشیر'' (صحابیؓ) کے پیچھے جمعہ نہیں پڑھتے اور ہم لوگ آپ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ جب آپ آجائیں گے تو ہم اپنے امیر کو یہاں سے نکال دیں گے اور اسے شام روانہ کر دیں گے''۔ بعض خطوط میں یہ بھی تحریر تھا کہ۔

''پھل پک چکا ہے آپ جس وقت چاہیں اپنے تیار لشکر کو سنبھال لیں''

یکے بعد دیگرے خطوط کے اس تسلسل نے آپ کے ذہن کو متاثر کیا اور پھر ساٹھ افراد کا ایک قافلہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے بھی مزید تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ اس پر آپ نے مزید معلومات حاصل کرنے کیلئے اپنے چچازاد بھائی حضرت ''مسلم ابن عقیل'' رحمہ اللہ کو کوفہ روانہ کیا۔ مسلم جب کوفہ پہنچے تو حضرت حسینؓ کیلئے بارہ ہزار افراد نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور مشہور سبائی و رافضی قصیدہ گو ابو مخنف لوط ابن یحییٰ کی روایت کے مطابق جو اس نے ''مقتل الحسین'' میں درج کی ہے اسی ہزار افراد نے بیعت کر لی'' اگر سبائیوں کی یہ روایت تسلیم کر لی جائے؟ تو اہل کوفہ کی

تلون مزاجی اور ان کی منافقت کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔ امیر یزید کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو اس نے کوفہ بھی عاملِ بصرہ ''عبید اللہ ابن زیاد'' کی تحویل میں دیدیا۔ مسلم ابن عقیل نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ان حالات سے مطلع کر دیا عبید اللہ نے جب انتظامی گرفت کو مضبوط کیا تو یہ تمام منافق مبائعین منتشر ہو گئے۔ اور مسلم بن عقیل کو کسمپرسی کی حالت میں شہید کر دیا گیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانے کیلئے تیاری شروع کر دی آپ کے خیر خواہ حضرات کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے آپ کو اس اقدام سے روکنے کی پوری کوشش کی سیدنا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما جو کہ آپ کے والد کے چچا زاد بھائی تھے انہوں نے بھی اس اقدام سے ان کو روکا۔

سیدنا حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہما جو کہ آپ کے تایا زاد بھائی تھے انہوں نے بھی آپ کو روکا۔ اور ساتھ ہی اس کوشش کو مزید کامیابی سے ہمکنار کرنے کیلئے اس طرح کیا کہ والئی مکہ ''عمر ابن العاص'' کی طرف سے ایک خط تحریر کرایا جس میں آپ کو ہر قسم کی تسلی دی گئی کہ ''آپ سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جائیگا'' اور والی مکہ کا یہ عہد نامہ اس کا بھائی یحییٰ ابن سعید لیکر حضرت عبداللہ ابن جعفر کی معیت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس اقدام سے پوری طرح روکنے کی کوشش کی۔ اسی طرح ''حارث ابن خالد ابن العاص ابن ہشام'' نے بھی خیر خواہانہ کوشش کی۔ ''عمر بن عبدالرحمٰن ابن حارث المخزومی'' نے بھی کوشش کی اور آپ کے ماں سے سوتیلے علاتی بھائی ''حضرت محمد ابن علی ابن الحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ'' نے بھی روکنے کی کوشش کی لیکن یہ تمام مساعی تقدیر کے سامنے بے کار ثابت ہوئیں۔

وقد عذله على خروجه اخوه محمد بن الحنفية وابن عمه عبدالله بن عباس و عبدالله بن عمر و عبدالله بن الزبير فلم يرض لنصحهم لا مرا اراده الله وقد كان فى ذالك العصر كثير من الصحابة بالحجاز والشام والبصرة والكوفة و مصر و كلهم لم يخرج على يزيد لا وحده ولا مع الحسين۔ (اتمام الوفا ص ١٤)

اور تحقیق ان کو اس خروج سے ان کے بھائی محمد ابن الحنفیہ اور ان کے چچا کے لڑکے عبداللہ ابن عباسؓ اور عبداللہ ابن عمرؓ اور عبداللہ ابن الزبیرؓ نے بھی روکا۔ لیکن انہوں نے ان کی اس نصیحت کو قبول نہیں کیا۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں ان کی نصیحت کے خلاف فیصلہ ہو چکا تھا۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کے وقت حجاز۔ شام۔ بصرہ اور کوفہ میں صحابہ کی ایک بہت بڑی جماعت موجود تھی۔ لیکن ان تمام حضرات نے یزید کے خلاف خروج نہیں کیا نہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملکر اور نہ ہی اکیلے!

راستہ میں آپ کو مسلم ابن عقیل کی شہادت کی خبر ملی۔ عبید اللہ ابن زیاد نے پہلے آپ کے مقابلہ کیلئے حر ابن یزید ریاحی کو روانہ کیا وہ آپ کے ساتھ ہی چلتا رہا۔ اس نے آپ سے آنے کی غرض دریافت کی تو آپ نے اس کو وہ خطوط دکھلائے جو کہ اہل کوفہ کی طرف سے آپ کے پاس آئے ہوئے تھے۔ اس نے کہا میں تو ان لوگوں میں نہیں ہوں جنہوں نے آپ کو ان خطوط کے ذریعہ سے بلوایا ہے؟ پھر دوسرا فوجی دستہ عمر و ابن سعد کے زیر قیادت آپ کے مقابلہ کیلئے روانہ کیا

گیا۔ میدان کربلاء میں ان سے آپ کا آمنا سامنا ہوا۔ ابن سعد نے قبیلہ حزیمہ کے ایک شخص کے ذریعہ سے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کے آنے کی کیا غرض ہے؟ تو آپ نے وہ خطوط دکھلائے جو اہل کوفہ کی طرف سے آپ کو بھجوائے گئے تھے۔ اس نے کہا ''جن لوگوں نے آپ کو یہ خطوط روانہ کئے ہیں وہ تو عبید اللہ کے خصوصی مصاحبین میں سے ہیں''؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جب ان حالات کا مشاہدہ کیا اور دیکھا کہ پوری امت یزید کی امارت پر مجتمع ہوگئی ہے اور کوفیوں نے دروغ گوئی سے ان کو دھوکا دیا ہے تو آپ نے ابن سعد کے سامنے یہ شرائط پیش کیں۔ جن کا تذکرہ ''ابن سعد'' نے اپنے ایک خط میں کیا ہے کہ عبید اللہ ابن زیاد کی طرف روانہ کیا تھا اور وہ شرائط یہ ہیں۔

۱۔ ایں حسین است کہ من گوید حاضر ست برگردا بہ آں مکانے کو از انجا آمدہ است

یہ حضرت حسینؓ ہیں اور انہوں نے مجھے فرمایا ہے کہ یا تو وہ اس جگہ واپس تشریف لے جاتے ہیں جہاں سے وہ تشریف لائے ہیں؟

۲۔ یا بسوئے یکے از سرحد ہا باز گردد نظیر یک مردے از مسلمانان باشد آنچہ برلۂ آناں باشد برلہ وی ہم باشد وآنچہ برعلیہ ایشاں باشد برعلیہ او نیز باشد۔

یا کسی سرحد پر تشریف لے جاتے ہیں ان کی حیثیت ایک عام مسلمان مجاہد کی ہوگی۔ ان کیلئے وہی حقوق ہوں گے جو کہ باقی لوگوں کیلئے ہوں گے اور ان پر وہ احکام لاگو ہوں گے۔ جو کہ باقی لوگوں پر ہوں گے۔؟

۳۔ یا اینکہ نزد امیر المؤمنین یزید بیاید و دست خود را در میان دست او بگزارد و یزید ہر نظریہ ائیکہ دارد بین خود امام حسین بدحد
(ترجمہ جلد دہم ''بحار الانوار'' تالیف ملا باقر مجلسی رافضی جعل اللہ قبرہ حضرت من النار ج ا ص ۴۴۶

امیر المؤمنین یزید کے پاس چلے جاتے ہیں اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیدیں گے پھر اس کو اختیار ہے ان کے درمیان اور اپنے درمیان جو فیصلہ کرے ان کو منظور ہے۔؟

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ان پیش کردہ شرائط سے یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے پہلے مؤقف سے رجوع ہی کر لیا تھا کیونکہ یہ امر حضرت حسین رضی اللہ عنہ، کی دیانت سے بہت ہی بعید ہے کہ جس مؤقف کی بنیاد پر انہوں نے کوفہ کا سفر اختیار کیا تھا۔ اس موقف پر برقرار رہتے ہوئے آپ کیسے فرما سکتے ہیں کے ''میں یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیتا ہوں'' یا کہ ''جہاں سے آیا ہوں پھر واپس چلا جاتا ہوں'' لیکن افسوس اور صد افسوس کہ عبید اللہ ابن زیاد کی بدبختی اور شمر کے خبث باطن کے باعث حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا الم ناک حادثہ امت کو پیش آیا اور ساتھ ہی ان بد باطن لوگوں نے آپ کے خیمہ کو آگ لگا دی تاکہ ان کے خلاف وہ دستاویزی ثبوت جو خطوط کی صورت میں موجود تھا تلف ہو جائے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حادثہ فاجعہ چونکہ یزید کے دور امارت میں ہوا تو بعض لوگوں نے اس حادثہ کی بناء پر اس پر لعنت کے جواز کا قول کیا ہے۔ لیکن تحقیقی اعتبار سے یہ قول ساقط الاعتبار ہے۔

واما لعن یزید فالا سلهم عدم اذلم یثبت انه قتله او امربه او رضی به او فرح به وان ثبلت ذالك؟ فلم یثبت انه مات بلا توبة (مفتاح السعادة و مصباح السیادة ج ۳ ص ۲۹۰ للمولی احمد ابن مصطفیٰ المعروف به طاش کبری زاده المتوفیٰ ۹۲۲ھ)

اور رہا یزید پر لعنت کرنا؟ تو اس بارہ میں سب سے محفوظ اسلم قول عدم جواز کا ہے کیونکہ یہ بات ثابت نہیں کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے؟ اور نہ ہی اس قتل کا حکم دیا ہے؟ اور نہ ہی وہ اس پر راضی تھا۔ اور نہ ہی آپ کے قتل پر خوش ہوا ہے اور اگر ان امور میں سے کوئی امر ثابت بھی ہو جائے تو پھر بھی یہ بات ثابت نہیں کہ اس کی موت بلا توبہ ہوئی ہے۔

اور امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ویزید صح اسلامیه و ماصح قتله للحسین رضی الله عنه ولا امره ولا رضاء بذالك و مهمالم یصح ذالك عنه؟ لم یجزان بظن ذالك به فان اسائة الظن ایضاً باالمسلم حرام" ("حیاۃ الحیوان" ج ۲ ص ۱۷۶ "بحث فہد" علامہ کمال دمیری رحمۃ اللہ علیہ)

"یزید کا اسلام صحیح ہے اور یہ بات صحیح نہیں کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہو۔ اور نہ ہی اس قتل کے متعلق اس کا حکم اور اس قتل پر اس کی رضا ثابت ہے۔ جب یہ امور ثابت ہی نہیں تو پھر ان امور کو اس کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے"

اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ان پیش کردہ شرائط سے بھی "فسق یزید" کی وضاحت ہو جاتی ہے کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کوفہ کی طرف سفر کرنا اگر فسق یزید کی وجہ سے تھا؟ تو آپ کے پاس یزید کا کونسا "توبہ نامہ" موصول ہوا تھا کہ جس کے باعث آپ نے یزید کی بیعت پر آمادگی ظاہر کی؟ بلکہ آپ کا یہ سفر اس بناء پر تھا کہ آپ نے یہ سمجھا کہ تاہنوز یزید کی امارت پر امت کا اتفاق نہیں ہوا۔ جب آپ میدانِ کربلا میں پہنچے اور اہلِ کوفہ کی کذب بیانی اور فریب کا مشاہدہ کیا تو آپ نے درج بالا شرائط کی پیش کش کی۔ ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور کبار تابعین کا مطلوب معیار تقویٰ اور پرہیزگاری یزید میں موجود نہ ہو اور وہ "مسلمانوں کے تیسرے درجہ "ظالم لنفسہ" کا فرد ہو۔ لیکن پھر بھی وہ قبائح اور فواحش جو اس کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں؟ ثابت نہیں۔ کیونکہ فطری اصول ہے کہ اس معاملہ میں اس کے معاصرین کی شہادت کو عام مورخین کی روایات پر ترجیح دی جائیگی حضرت محمد ابن حنفیہ جو کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں اور علم کے اعتبار سے بھی انکا درجہ بہت ہی فائق ہے ان کے قول سے یہ حقیقت ثابت ہے کہ یزید کی طرف ان قبائح کی نسبت صحیح نہیں۔

جب حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے داعی عبداللہ ابن مطیع اپنے ساتھیوں کے ساتھ محمد ابن حنفیہ کی خدمت میں آئے اور ان کو یزید کی بیعت توڑنے کے لئے کہا تو محمد ابن حنفیہ نے صاف انکار کر دیا۔ اس پر ابن مطیع نے کہا کہ "حضرت! آپ اس کی بیعت کو کیوں نہیں توڑتے حالانکہ یزید شراب پیتا ہے اور نماز کا تارک ہے اور کتاب اللہ کے احکام توڑتا ہے؟" ان کے جواب میں برادر حسین ابن حنفیہ نے فرمایا کہ۔

(بقیہ صفحہ ۴۱ پر دیکھیں)

ابو طلحہ عثمان جھنگ

حادثہ کربلا کا پسِ منظر

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا بہ امروز چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ اس بات کے منتظر تھے کہ سرورِ دو عالم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو اور وہ دین حق اسلام کو مٹانے کیلئے اپنا پورا زور لگا کر پھر سے باطل کا جھنڈا بلند کریں یہی وجہ تھی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر ملال پر ہر طرف شورش بپا ہو گئی ایک نو مسلم قبائل مرتد ہو گئے۔ اسود عنسی، مسیلمہ کذاب اور سجاح وغیرہ نے خود نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ بہت سے نئے مسلمان ہونے والے قبیلوں نے بیت المال میں زکوٰۃ جمع کرانے سے انکار کر دیا اور یہ کہ وہ خود ہی اپنے طور پر زکوٰۃ تقسیم کر لیں گے عیسائیوں کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر ملی تو انہوں نے بھی موقع غنیمت سمجھتے ہوئے ریاست مدینہ پر حملہ کی سوچ پیدا کی۔ اس طرح ہمہ وقت خطرہ تھا کہ رات کو یا دن کو کسی بھی وقت مدینہ منورہ پر مرتدین کا حملہ ہو جائے یا یہ کہ یہود و نصاریٰ حملہ کر دیں گے۔ خلیفہ اوّل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جنازہ رسول علیہ السلام اور تکفین و تدفین سے فارغ ہوتے ہی بیک وقت سارے محاذوں پر نہایت مہارت اور فراست کے ساتھ منصوبہ بندی کی اور ہر طرف جہادی دستے روانہ کیئے جیش اسامہؓ کی تشکیل تو خود لسان نبوت سے ہو چکی تھی، اسے روانہ کر دیا گیا۔ دوسری اطراف و جوانب میں کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کی زیر قیادت تیز تر دستے بھیج کر حتی کہ خود بھی ایک دستے کی قیادت کر کے تمام فتنوں کو ایسا دبا دیا کہ غیر مسلم مؤرخین یہ لکھنے پر مجبور ہیں کہ سیدنا صدیق اکبرؓ اسلام کے بانی دوم ہیں (بانی اول سے وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد لیتے ہیں حالانکہ اسلام تو اللہ کا بھیجا ہوا دین ہے اس کا بانی اللہ ہی ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پہنچانے والے ہیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کے سنبھالنے والے ہیں۔)

تقریباً اڑھائی سال کے مختصر عرصے میں سیدنا صدیق اکبرؓ نے اسلام کو مضبوط بنیادوں پر لا کر روم و شام کی فتوحات شروع کر دی تھیں، یہود و نصاریٰ دبک گئے تھے کہ وہ خلیفۂ رسول ثانی اثنین کی مومنانہ فراست کے سامنے ٹھہر نہ سکے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری ایام میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین نامزد فرما دیا تھا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دنیا سے اٹھ جانے پر کفار و مشرکین بہت خوش تھے کہ اب تو اسلام کمزور پڑ جائے گا اور ہمیں کھل کھیلنے کا موقع مل جائے گا۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی قبائل کو مدینہ طیبہ سے نکال دیا تھا اور دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے اپنے خلفا کیلئے وصیت چھوڑ گئے تھے کہ **اخرجو الیہود و النصاری من جزیرۃ العرب** اس فرمانِ نبوی پر عملدر آمد کی سعادت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حصے میں لکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے صدیقی فتوحاتِ روم و شام کو نہ

صرف وسعت دی بلکہ یہود و نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال باہر کیا تاہم عدلِ فاروقی سے کام لیتے ہوئے انہیں اسلامی مقبوضات میں متبادل زمینیں اور املاک دی گئیں اور وہاں انہیں پورے پورے حقوق دیئے گئے۔

اب ایک طرف تو اسلامی فتوحات کا سیلاب رواں دواں تھا دوسری طرف یہودی قبائل کا عرب سرزمین سے اخراج عمل میں آیا۔ تیسری طرف ایسے حالات پیدا ہوئے کہ حضرت امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، نہ چاہتے ہوئے بھی ایران کی قدیم ترین بادشاہی پر حملہ آور ہوئے۔ معاملہ سہ آتشہ ہو گیا۔ یہود و نصاریٰ کے ساتھ ایرانی آتش پرست ستارہ پرست شاہ پرست بھی مل گئے مگر فاروقیؓ فراست کے سامنے کچھ پیش نہ گئی۔ ہر جگہ سے غنائم آ رہے تھے۔ قیصر وکسریٰ کی شہزادیاں، باندیاں بنا کر مدینہ لائی جا رہی تھیں اور مسجد نبوی کے صحن میں سونے چاندی کے ڈھیر لگے ہوئے تھے ان حالات میں کفار و مشرکین صرف تلملا کر ہی رہ جاتے اور فاروقی دور کے خاتمے ہی کا انتظار کرنے لگ جاتے فاروقی فراست نے عجمی غلاموں کو مدینہ نہ لانے کا حکم دیا تھا مگر بعض مخلص مسلمانوں نے اس میں نرمی کروالی اور اس طرح دنیائے کفر کو اپنا منصوبہ مکمل کرنے کا موقعہ ہاتھ آیا آگ کے پجاری، ابولؤلؤ نے ہرمزان وغیرہ کو ساتھ ملا کر اپنی سازش پر عمل کیا اور سیدنا فاروق اعظمؓ خلیفۂ ثانی کو دورانِ نماز شہید کر دیا۔

شدید زخمی حالت میں خلیفہ ثانی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے چھ ۶ ممتاز صحابہ رضی اللہ عنہم کو نامزد فرما کر حکم دیا کہ یہ لوگ اپنے میں سے ایک کو امیر المؤمنین بنالیں۔ بشارت نبوی ﷺ کے عین مطابق سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا انتخاب عمل میں آیا۔ دوسری طرف کفار و مشرکین خوش تھے کہ اب مسلمانوں کو صاحبِ عزیمت شخصیات ابوبکرؓ و عمرؓ جیسی کہاں ملیں گی؟ لیکن ہوا یہ کہ عہد صدیقیؓ میں اسلامی مقبوضات کی پیمائش گیارہ لاکھ مربع میل ہو چکی تھی جو عہد فاروقیؓ میں دوگنی یعنی بائیس لاکھ مربع میل ہو گئی اور عہد عثمانیؓ میں چار گنا یعنی چوالیس لاکھ مربع میل تک پہنچ گئی۔ ایک طرف تو فتوحات ہوتی جا رہی تھیں اور مجاہدین اسلام فتح پر فتح کرتے دنیا کے آخری کناروں تک لا الہ الا اللہ کا کلمہ پہنچانے کی کوشش کر رہے تھے اور اس طرح اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام نافذ کرتے چلے جا رہے تھے دوسری طرف یہود و نصاریٰ اور مجوسی آتش پرست زخمی سانپوں کی طرح تڑپ رہے تھے اور طرح طرح کی سازشیں سوچ رہے تھے۔ انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ مشہور کہاوت ''سیدھی چڑھائی اور سیدھی لڑائی دونوں بیحد مشکل ہوتی ہیں'' کے مطابق اہل اسلام کے جہاد کا مقابلہ ناممکن ہے۔ عہد نبوی ﷺ پھر عہد صدیقیؓ اور عہد فاروقیؓ میں اہل کفر لڑائیاں لڑ لڑ کر ختم ہوتے جا رہے تھے اور شکست و ذلت و رسوائی کے سوا ان کے نصیب میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اب انہوں نے دوسری راہ اختیار کرنے کا سوچا۔

جزیرۂ عرب سے یہودیوں کا اخراج امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں عمل میں آیا تھا، دوسری طرف ہزار ہا سال پر محیط طویل عرصہ تک کے ایرانی حکمران بھی انہیں خلیفہ راشد ثانی کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست کے بعد ہمیشہ کیلئے تخت او [illegible] کھو چکے تھے۔ یہ دونوں عناصر مل بیٹھے اور مقابلے کی لڑائی کی بجائے پس منظر میں رہ کر

منافقانہ دوستی والی چال کو آزمانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ امیر المومنین تیسرے خلیفہ راشد سیدنا عثمانؓ ذی النورین کے عہد خلافت میں انہیں ابنِ سبا جیسا عیار عنصر ہاتھ آ گیا، جو یہودیت سے اسلام میں داخل ہوا اور ایک خفیہ گروپ تشکیل دینے اور حبِ رسول وحبِ آلِ رسول کے پردے میں مسلمانوں کی قوت کو منتشر کرنے کی منصوبہ بندی میں کامیاب ہو گیا۔ مختصراً یہ کہ اسلامی مقبوضات کے ہر بڑے شہر میں انہوں نے افواہ سازی کے ذریعے بدگمانیاں اور غلط فہمیاں پیدا کیں اس دشمن اسلام پراپیگنڈے کا شکار اکثر غیر عرب نومسلم تھے یا خود دشمنان اسلام تھے پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی نرم طبیعت اور وسعتِ مملکت بھی ایسی وجوہات تھیں کہ اس بدنہاد عنصر کا علاج نہ ہوسکا اور انہوں نے عین ایسے موقعہ پر کہ اکثر اہل مدینہ تمام دیگر اہل اسلام کی طرح فریضہ حج کی سعادت کیلئے مکہ مکرمہ پہنچے ہوئے تھے دھوکے سے سیدنا عثمان ذی النورین کو ان کے گھر مدینہ منورہ میں شہید کر دیا ان پر جو الزامات لگائے گئے تھے ان سب کا جواب سیدنا عثمان کے علاوہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے باغیوں کو تسلی بخش طریقے پر دے دیا تھا۔ مگر جن بدنصیبوں کے مقدر میں عذاب الیم طے ہو چکا تھا انہوں نے اسلام کو انتشار میں ڈالنے کا ہر حربہ آزمالیا شہادت عثمان کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اتنا مجبور کر دیا کہ انہوں نے بار بار اپنی پریشانی کا اظہار کھلے لفظوں میں کیا جبکہ کئی عالی مرتبت اصحاب رسول علیہم السلام نے قصاص عثمان کا واضح مطالبہ کیا۔ ابن علی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو نہایت دانائی اور فرمانبرداری کے ساتھ عرض کیا تھا کہ ان کا اس موقع پر امیر المؤمنین کی حیثیت سے بیعت لینا بہت سارے شکوک وشبہات کو جنم دیگا مگر جن روسیاہوں کے نصیب میں روسیاہی لکھی تھی انہوں نے سالہا سال تک سیدنا علی اور دیگر ساداتِ صحابہ میں انتشار پیدا کیے رکھا اور بالآخر خود ہی بقولِ خویش اسلام اور اہل اسلام کی بہتری کیلئے حضرت امیر معاویہؓ، حضرت عمرو بنؓ العاص اور حضرت علیؓ کو شہید کرنے کی سازش کی۔ اس سازش میں درحقیقت وہی نظریہ کارفرما تھا کہ اسلام کی متحدہ قوت کو ختم کیا جائے بدنصیب ابن ملجم نے سیدنا علی کو شہید کر دیا اور پھر اسی سازشی گروہ نے محبت ہی کے ظاہری رنگ میں سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی امیر المؤمنین کے طور بیعت کی مگر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ ان لوگوں کی روز روز کی سازشیں دیکھ کر ان کے مقصود کو بھانپ چکے تھے لہٰذا سیدنا حسن نے فوری طور پر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تمام مقبوضات اسلامیہ کا امیر المومنین تسلیم کر کے ان کی بیعت کر لی۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دشمنان اسلام کے خفیہ اڈوں کے سراغ لگا کر انہیں انجام تک پہنچایا اور ان کا اچھا خاصا صفایا کر دیا۔ دشمنان اسلام کی سازشوں کے سبب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فتوحات اسلامی کا سلسلہ رک گیا تھا خود اسلامی مقبوضات میں جگہ جگہ انتشار اور بغاوتیں سر اٹھا رہی تھیں۔ سیدنا امیر معاویہ کے خلیفہ بنتے ہی پھر سے فتوحات شروع ہو گئیں اور اسلامی مقبوضات میں مزید بائیس لاکھ مربع میل کا زبردست اضافہ ہو کر اسلامی دنیا چھیاسٹھ لاکھ مربع میل تک پھیل گئی تھی۔ خیال رہے کہ کل معلوم دنیا کا رقبہ ایک سو بیس لاکھ مربع میل یعنی آدھی دنیا سے زیادہ دنیا پر اہل اسلام حکمران تھے۔

اہل عناد و فساد اکثر تو ختم ہو چکے تھے مگر ان میں سے کچھ نے بظاہر اطاعت قبول کر لی تھی مگر اندر ہی وہ جل بھن رہے تھے اندر ہی اندر ان کی آپس میں میل ملاقاتیں ہوتی تھیں اور ظاہر اوہ خاندان بنی ہاشم خصوصاً سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان سے محبت جتاتے رہتے تھے سیدنا حسن کو انہوں نے لڑانے کی کوشش کی تھی پھر خود ان کے پاؤں تلے سے مصلّی کھینچا اور انہیں زخمی کر دیا تھا مگر وہ ان کی مطلب برآری میں ان کے ہاتھ نہ آئے تھے اب ایک طرف سیدنا حسن وفات پا چکے تھے دوسری طرف سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی دنیا سے آخرت کے گھر کو انتقال فرما گئے تھے۔ دشمنانِ اسلام خصوصاً مذکور بالا یہودی اور مجوسی گٹھ جوڑ نے پھر پر پُرزے نکالنے شروع کر دیے۔ خفیہ ملاقاتوں میں طے پایا کہ خاندان علی ہی کی محبت کا سہارا لیکر پھر سے منصوبہ بندی کی جائے۔

سیدنا معاویہ کے امیر المؤمنین بننے سے دمشق دارالخلافہ طے پا چکا تھا لہٰذا اہل حل وعقد نے یزید کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی تھی اور دیگر صوبوں میں بھی اس کی اطلاع پہنچ چکی تھی۔ تاریخ کی روایات کے مطابق سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تشریف لے جا چکے تھے۔ دشمنانِ اسلام نے ایک سازش کے تحت کوفہ کو مرکز بنا کر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھنے شروع کر دیئے یہ بھی عجیب بات ہے کہ آج کسی بھی سمجھدار پڑھے لکھے شخص کو ایک خط لکھیں، دو لکھیں، دس لکھیں، وہ کچھ نہ کچھ جواب ضرور لکھتا ہے مگر کمال ہے فراستِ حسینی کا کہ ہزار یا بارہ سو خط ان کو لکھے گئے اور بقول بعض کئی ہزار، مگر انہوں نے جواب نہیں دیا۔ صرف ایک خط جواب میں لکھا اور وہ یہ تھا کہ ''کوفیو! مجھے تم پر اعتماد نہیں'' بہر حال ہزاروں خطوط میں سے ہر خط میں ایک ہی مضمون تھا کہ ''ہمارا کوئی امیر نہیں اور ہم تمام لوگ صرف آپ کی ہی بیعت کریں گے ایسا نہ ہوا تو قیامت کے روز اللہ کے دربار میں آپ کی شکایت کریں گے'' سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو تحقیق احوال کیلئے بھیجا وہ کوفہ پہنچے تو ہزاروں افراد نے ان کے ہاتھوں پر حسین کے نام کی بیعت کر لی انہوں نے سیدنا حسین کو حالات کی پوری پوری تفصیل لکھ دی اور یہ کہ وہ فوراً کوفہ پہنچیں مگر یہ روایات بھی ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو مسلم بن عقیل کی طرف سے جعلی مصنوعی خط لکھ دیا گیا تھا انہوں نے خود ایسا کوئی خط نہیں بھیجا تھا بلکہ ان کو تو غداروں نے جلد ہی بے وفائی کر کے شہید کر دیا تھا اب یہ خط مسلم بن عقیل کی طرف سے اصلی یا جعلی سیدنا حسین کو پہنچا تو وہ مکہ مکرمہ سے عازم کوفہ ہوئے حج کا موقع تھا فریضہ حج کی ادائیگی کے فوراً بعد روانہ ہو گئے کوفہ کے قریب پہنچے تو حقیقتِ حال کا علم ہوا۔ کوفہ کے گورنر کو کہلا بھیجا کہ مجھے واپس مکہ جانے دیا جائے یا جہاد کیلئے کسی اسلامی سرحد پر بھیج دیا جائے اور (اگر میرے بارے میں مقامی حکومت کو کوئی غلط فہمی ہو تو) تیسری صورت یہ ہے کہ مجھے یزید کے پاس (دمشق) جانے دیا جائے وہ خود میرے بارے میں فیصلہ کر لیگا یہ روایت بیحد مشہور ہے اور ہر موافق مخالف مورخ نے لکھی ہے پھر یہ کہ کربلا دمشق جانے والے راستے پر ہے (کوفہ سے ہٹ کر) جس سے اس روایت کی جغرافیائی تصدیق بھی ہوتی ہے۔ (تاریخ میں جھوٹ سچ سب کچھ موجود ہے اسے تبدیل کیا جا سکتا ہے مگر جغرافیہ اٹل ہے کہ

جو شہر یا مقام جہاں پر تھا آج بھی وہیں ہے اہلِ بصیرت کو دعوتِ فکر ہے)۔

منافقین دشمنانِ اسلام نے سوچا کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ دمشق کی راہ اختیار کر چکے ہیں۔ شاید امیر بننے کے ارادے سے رجوع فرما چکے ہیں مگر ان کو بلایا ہم نے تھا، امیر بننے اور بیعت لینے کی دعوت ہم نے دی تھی۔

ہمارے ہزاروں خطوط ان کے پاس ہیں ہماری تحریریں ہمارے خلاف زبردست دلیل کے طور پر پیش ہوں گی۔ خلیفہ وقت ایک ایک خط لکھنے والے کو چن چن کر پھانسی لگا دے گا۔ کسی طرح ان خطوط اور ان تحریروں کو واپس لیا جائے۔ ان دشمنانِ اسلام کے ذہن میں اسلام دشمنی ضرور تھی مگر اب ان کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے البتہ یہ ان کے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھی کہ حادثہ کربلا کے نتائج ان کی توقع سے کہیں بڑھ کر ان کے مقاصد کو پورا کریں گے۔ اپنی سازش سے برأت کا اظہار اور الٹے پاؤں واپسی وہ اسی وقت کر سکتے تھے جب اپنی سازش کا ثبوت یہ ہزاروں خطوط واپس لے لیے جاتے یا ضائع کر دیے جاتے چنانچہ جلدی ہی منصوبہ بندی کر کے انہوں نے اپنے میں سے بعض چالاک اور ذہین لوگوں کو کربلا پہنچ کر اپنے گذشتہ عملِ بیوفائی پر معذرت اور آئندہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی وفاداری اور محبت کا اعلان کیا۔ سید حسین رضی اللہ عنہ نے وسعت قلبی کے ساتھ ان کی معذرت کو قبول فرمالیا مگر وہ لوگ اپنے مقصود تک نہ پہنچ سکے یعنی اپنے بھیجے گئے خطوط کو حاصل نہ کر سکے رات کی تاریکی اور دن کی روشنی میں وہ معلوم نہ کر سکے کہ خط کہاں رکھے ہیں وہ تو خیموں کے اندر سیدنا حسین کے اہل بیت اور دخترانِ علی رضی اللہ عنہم کے پاس تھے سازشی عناصر کھل کر خطوط مانگ بھی نہ سکے لہذا انہوں نے اپنے آپ کو ناکام دیکھ کر بجائے اس کے کہ خود خلیفہ وقت ابن امیر معاویہ کے ہاتھوں پھانسی چڑھ جائیں انہوں نے خاندانِ علی کو ہی ختم کرنے میں اپنی جان بچتے دیکھی۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ مع دیگر احباب واقربا فرات کے کنارے میدان کربلا میں اس ظلم وغدر کے ہاتھوں شہید ہو گئے لیکن غداروں کو بھی آخرت کے عذاب الیم کے علاوہ دنیا میں بھی سزا مل کر ہی رہی پہلے انہوں نے توبہ کا لبادہ اوڑھا اور کئی دیگر اپنے جیسے مخالفین اسلام کو ختم کیا پھر سیدنا مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں خود بھی ''فی النار والسقر'' ہو گئے۔ مشیتِ الٰہی شاید یہ تھی کہ قیامت تک اسلام اور اہل اسلام کو مقابلے کی ایک فضا ملے اور مخالفین کیلئے روسیاہی مقدر میں آئے موقعہ کے گواہان اس حادثہ فاجعہ کے سیدنا علی زین العابدین، ان کی عمہ محترمہ سیدہ زینب و دیگر اقرباء حسین وابنائے علی رضی اللہ عنہم نے یہی شہادت دی ہے، جس کا خلاصہ نذر قارئین کیا ہے۔

یہی کچھ مشہور ومعروف کتب سیرت وتاریخ میں موجود ہے۔ بقول شاعر

شبیر کے قاتل کا تو ایماں ہی نہیں ہے بدبخت و شقی ہے وہ مسلماں ہی نہیں ہے
لیکن جو صحابہ پہ کرے سبّ و تبرّا ''مومن'' تو بڑی بات ہے انساں ہی نہیں ہے

مآخذ: مولانا تقی عثمانی، مولانا محمود احمد ظفر سیالکوٹی، مولانا اللہ یار خان، مولانا سید طفیل احمد شاہ صاحب گیلانی، ضرب مومن کراچی ندوۃ العلماء کی کتابیں، سیرۃ صحابہ وصحابیات، سید نور الحسن بخاری، سید ابو معاویہ ابوذر بخاری و دیگر مصنفین وعلمائے محققین، مختلف مقالات۔

حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

عشرہ محرم میں کیا ہونا چاہیے؟

تمام ناظرین اس امر کو اپنے اور فرض سمجھیں اور اس مضمون کی تبلیغ عام مسلمانوں میں پوری طور سے کریں۔ ماہ محرم کے ان مخصوص ایام میں جو بدعات ہمارے اندر رواج پا گئی ہیں ان سے نہ صرف مال کی تباہی و بربادی ہوتی ہے بلکہ طرح طرح کے فتنے اور فساد پھیلتے ہیں بے دینی اور آوارگی کو ترقی ملتی ہے۔ اس لئے اگر کوشش کر کے ایک آدمی کو بھی اس ہلاکت سے بچا لیا جائے تو کس قدر باعث ثواب اور موجب خشنودئ خدا اور رسول ہے۔ ہم امید کر سکتے ہیں کہ اگر خلوصِ نیت سے اس بات کی کوشش کی جائے تو یقیناً بے اثر نہیں ہوگی۔

شریعت کی تعلیمات اللہ رب العزت نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے ہم تک جو شریعت مطہرہ پہنچائی اس کے مطابق اس مہینے میں شریعت نے ہمیں نہ کوئی خاص نماز تعلیم فرمائی ہے نہ قربانی کا حکم دیا ہے۔ اور نہ کسی اور کام کا۔ البتہ اس مہینہ کی دسویں تاریخ میں جس کو عاشورہ کہتے ہیں روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ یہ دن ہماری شریعت میں بہت محترم مانا گیا ہے۔ اس کا سبب ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام پر اس دن میں بڑے بڑے انعامات اللہ جل مجدہ کی جانب سے نازل ہوئے تھے حضرت موسیٰ علیہم السلام کو اسی دن فرعون کے پنجۂ ظلم سے نجات ملی تھی۔ اور فرعون مع اپنے لشکر کے دریائے نیل میں غرق ہوا تھا۔

عاشورہ کا روزہ ابتداء اسلام میں فرض تھا۔ لیکن جب رمضان المبارک کے روزے فرض کر دیئے گئے تو پھر اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی لیکن اس دن روزہ کا رکھنا سنت اب بھی ہے اور تمام مسنون روزوں سے اس کا درجہ بڑھ کر ہے صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عاشورہ کا روز رکھنے سے ایک سالِ گزشتہ کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اگر میں آئندہ برس تک زندہ رہا تو عاشورہ کا ایک روزہ اور رکھوں گا۔ مگر مشیتِ الٰہی کے مطابق آپ آئندہ برس سے پہلے ہی دنیا سے تشریف لے گئے۔

علماء نے عاشورہ کے روزوں کے بارہ میں لکھا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ نویں دسویں، یا دسویں گیارھویں کو روزے رکھے جائیں یعنی دسویں کے ساتھ ایک روز قبل یا ایک روز بعد کو ملا لیا جائے۔

دوسرا عمل شریعت مطہرہ میں جہاں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ روزہ رکھا جائے وہاں یہ بات بھی تعلیم کی ہے کہ اس دن فراخی، یعنی اپنے اہل وعیال کے کھانے میں کچھ وسعت کر دینی چاہیے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ جب وسعت کی جائیگی تو کچھ خیرات بھی ہو جائے گی جو اپنی جگہ ایک الگ ثواب کا درجہ رکھتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص عاشورہ کے

دن اپنے اہل وعیال کے لئے کھانے میں وسعت کریگا اللہ رب العزت سال بھر تک اسکے لئے رزق میں وسعت عطاء فرما دیں گے۔

یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر فضائل اعمال میں ضعیف حدیث بھی مقبول ہوتی ہے۔اس لئے علماء نے اس پر عمل کرنے کا فتویٰ دیا ہے۔ان دو عملوں کے سوا کسی تیسرے عمل کی شریعت نے اجازت نہیں دی۔ عاشورہ کے دن کی نسبت سے جہاں اور بہت سی بدعات ورسوم رواج ہوگئی ہیں وہیں ریحانۃ الرسول سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہم کی شہادت کے ساتھ بھی بہت سی غلط روایات کو وابستہ کردیا گیا ہے۔جبکہ ان دس دنوں میں اگر شہادت کا تذکرہ کیا جائے تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا چاہیے۔اور یہ بھی یادرکھنا چاہیے کہ ہماری شریعت میں غم کی یادگار قائم کرنا جائز نہیں اس سلسلہ میں علامہ ابن حجر ھیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ صواعق المحرقہ میں لکھتے ہیں۔

اعلم ان ما اصیب به الحسین رضی اللّٰه عنه فی عاشورا انما هوا لشهادة الدالة علی مزید خطرته و رفعة درجته عندربه والحاقه بدرجات اهل البیت الطاهرین فمن ذکر ذالك الیوم مصابه لا یمبغی ان یشغل الا بالا سترجاع امتالا للامر واحراز لماء تبه اللّٰه تعالیٰ علیه بقوله اولئك علیهم صلوات من رب هم رحمه و اؤلئك هم المهتدون ولا یشغل ذالك الیوم الا بذلك ونحوه من عظائم الطاعات کالصوم وایاه ثم ایان انیشغل ببدع الرفضته و نحو هم من الندب والنیاحته والحزن اذلیس ذالك من اخلاق المؤمنین والا لکان یوم وفات رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اولیٰ بذالك واحری۔

جاننا چاہیے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر یوم عاشورہ میں جو مصیبت نازل ہوئی وہ شہادت تھی جو ان کی عزت اور بلندی رتبہ پر ان کے پروردگار کے یہاں دلالت کرتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہل بیت طاہرین کے رتبہ کو پہنچ گئے پس جو شخص اس دن میں ان کے اس واقعہ کا ذکر کرے اس کو نہیں چاہیے کہ سوا انا للہ وانا الیہ راجعون کے اور کسی کام میں مشغول ہو۔اس کلمہ کے پڑھنے میں البتہ حکم کی تعمیل ہے اور ثواب کی تحصیل ہے۔اللہ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ اس کلمہ کو پڑھیں گے ان پر اللہ کی طرف سے درود اور رحمت نازل ہوگی۔اور وہ ھدایت یافتہ ہونگے۔اور اس دن میں سوا اس کے اور اس جیسی اعلیٰ درجہ کی عبادتوں کے مثل روزہ کے اور کوئی کام نہ کرے۔اسلئے خبردار روافض کی بدعتوں کا ارتکاب نہ کرنا۔جیسے مرثیہ خوانی اور نوحہ اور غم منانا ہیں۔کیونکہ یہ تمام چیزیں مؤمنین کے اخلاق کے خلاف ہیں۔اگر یہ سب کچھ ہونا ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن ان تمام افعال کا زیادہ حق دار و مستحق ہوتا ہے۔لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے عاشورہ کے دن میں بجائے ان اعمال کے جو شریعت نے تعلیم فرمائے ہیں ایسی ایسی خطرناک بدعتیں ایجاد کرلیں ہیں کہ ان میں سے بعض تو شرک کی حدتک پہنچتی ہیں۔اور بعض شرک تو نہیں مگر ان کی حرمت میں کوئی شک نہیں ہوسکتا۔تعزیہ، علم، دلدل یعنی گھوڑا، سینہ زنی، مرثیہ خوانی، خاک سر پر ڈالنا، ماتمی لباس پہننا، سوگ کرنا، یہ تمام افعال قبیحہ قطعاً حرام اور گناہ کبیرہ ہیں۔ اسلئے ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ ان سے اجتناب کرے اور صرف ان احکام کی تعمیل اس پر لازم ہے جو اللہ رب العزت نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے آخری شریعتِ مطہرہ میں تعلیم فرمائے ہیں۔واللّٰه یهدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

رویت ہلال کی امکانی تاریخیں اور ناممکن رویت تاریخیں

موقر جریدہ ''نقیب ختم نبوت'' ملتان میں گذشتہ کئی ماہ سے بندہ کے مضامین بہ سلسلہ رویت ہلال شائع ہوتے آ رہے ہیں۔ کئی معزز قارئین کے خطوط بھی بندہ کو ملے ہیں بعض نے بندہ کی تحسین کی ہے بعض نے اظہار تعجب کیا ہے جبکہ بعض نے علمی قسم کے سوالات بھی پوچھے ہیں۔ بندہ کے مضامین مذکورہ کے ساتھ رویت ہلال کی امکانی تاریخوں کے نقشے بھی شائع ہوئے ہیں۔ ایک نقشہ گذشتہ شعبان سے ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ تک کا تھا جبکہ ایک طویل نقشہ آنیوالے سال یعنی ۱۴۲۲ھ کے ماہ ذی الحجہ تک کیلئے بھی تھا۔ بندہ نے ان نقشوں میں شوال ۱۴۲۱ کے ۲۹ دن ہوکر ۲۶ جنوری کو پہلی کی بجائے ۳۰ شوال ہوئی۔ کئی احباب قارئین نے مجھے بڑی شفقت سے مطلع فرمایا کہ میری تحریر کردہ تاریخ غلط ثابت ہوگئی۔ بندہ نے بعض احباب کو انفرادی طور پر بھی جواب عرض کیا اور اب اس مضمون کے ذریعے مزید واضح کر رہا ہوں کہ ان احباب نے اگر ذرا غور فرمایا ہوتا تو میرا موقف نادرست نہیں بلکہ زیادہ درست ثابت ہوتا۔ میرا موقف یہ تھا کہ ۲۴ جنوری کو پوری اسلامی دنیا میں رویت ناممکن ہے اور یہ کہ ۲۵ جنوری کو رویت کا امکان ہے کالم نمبر ۴ کا عنوان ''امکانات'' لکھا ہوا ہے۔ ہلال نظر آنا ضروری نہیں لکھا۔ پھر جب ۲۵ جنوری کو بھی نظر نہیں آیا تو عرب ممالک میں دو دن پہلے ۲۴ جنوری کو کیسے نظر آ گیا؟ اور ہاں ۲۵ جنوری کو چاند کی عمر قابل رویت تھی لیکن سورج اور چاند کے غروب میں فاصلہ صرف ۴۲ منٹ کا تھا۔ سعودی عرب میں دو منٹ اور اضافہ کر لیجئے۔ جب تک سورج غروب ہونے میں اور چاند کے افق مغرب میں غروب ہونے میں کم از کم ۵۰ منٹ کا فرق نہ ہو ہلال نظر آنا ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہلال ۲۵ کی شام کی بجائے ۲۶ کی شام نظر آیا۔ اور ۲۷ جنوری کو اول ذی قعدہ شمار ہوئی۔ اسی طرح میرے نقشہ مطبوعہ نقیب ختم نبوت میں صفر ۱۴۲۲ھ کیلئے رویت ہلال کا امکان تو ۲۴۔ اپریل کو ہے کیونکہ ہلال کی عمر بوقت غروب شمس پاکستان میں ۲۲ گھنٹے اور سعودیہ میں ۲۴ گھنٹے ہوگی مگر غروب شمس اور غروب قمر میں فاصلہ پاکستان میں ۴۴ منٹ اور سعودیہ میں ۴۷ منٹ ہوگا لہٰذا ہلال صفر نہ یہاں نظر آئے گا نہ وہاں نظر آئے گا اور ۲۳۔ اپریل ۲۰۰۱ء کو تو رویت ہلال ممکن ہی نہیں مگر نیومون سسٹم کے تحت عرب ممالک میں ۲۳۔ اپریل کی شام شب اوّل یعنی رویت ہلال کا اعلان کر دیا جائے گا۔ اور ۲۴۔ اپریل کو اوّل صفر شمار ہوگی۔ اب اگر ہمارے علما بھی نیومون سسٹم کا اعلان مان لیں تو یہاں بھی ۲۴۔ اپریل کو اول صفر اور اگر عرب علما بلکہ عرب حکام ''آنکھوں دیکھا چاند'' نظام مان لیں تو وہاں بھی ۲۶۔ اپریل کو اول صفر ہوگی۔ اسی طرح جب ۲۴ فروری کی رات پاکستان رویت ہلال کمیٹی کا اعلان ہوا اور دوسری صبح اخبارات میں بھی شائع ہوا کہ چاند نظر نہیں آیا لہٰذا ذی قعدہ بھی تیس دن کا ہوگا۔ (خیال رہے کہ اس سے پہلے شعبان، رمضان اور شوال بھی تیس تیس دن کے ہو چکے تھے اور اب ذی قعدہ بھی ہلال نظر نہ آنے پر ۳۰ دن کا ہو جاتا)۔ ایسا

ممکن تو ہے۔علامہ ضیاء الدین لاہوری کا ایک مضمون گذشتہ سال شائع ہو چکا ہے کہ ۳۰۔۳۰ کے پانچ مہینے بھی لگا تار آ سکتے ہیں اور انہوں نے دلائل دیئے ہیں اور گذشتہ سال چار ماہ لگا تار ۳۰۔۳۰ دن کے آ چکے ہیں مگر یہاں بات یہ تھی کہ ۲۴ فروری کو بوقت غروب شمس ہلال کی عمر پاکستان میں زائد از ۲۹ گھنٹے تھی غروب شمس اور غروب قمر میں فاصلہ بھی ۵۵ منٹ تھا لہٰذا مجھے بھی تھوڑی سی فکر پیدا ہوئی مگر نصف شب کے قریب پاکستان مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا نظر ثانی شدہ اعلان آ گیا کہ بعض جگہوں سے شرعی شہادت آ گئی ہے۔لہٰذا ۲۴ فروری چاند رات اور ۲۵ فروری اول ذی قعدہ شمار ہو گی اور اسطرح میری تائید ہو گئی۔تاہم اصحاب عقل وخرد ذی شعور قارئین پر ہم واضح یہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارا مقصود یا مرکز توجہ ممکنہ رویت ہلال نہیں بلکہ اصل مرکز توجہ شہادت کا ذبہ کا روکنا ہے یعنی وہ تاریخیں مرکز توجہ ہیں جنہیں رویت ہلال ناممکن ہے۔براہ کرم ان دوسطور کو دوبارہ غور فرمالیں۔ہم یہ کہہ رہے تھے کہ ۲۳ فروری کو شام رویت ہلال پوری دنیا میں ناممکن ہے۔ہلال نہ پاکستان میں نظر آئے گا نہ عالم عرب میں۔یورپ وامریکہ میں۔علمی رویت یعنی نیومون تھیوری کی شہادت آپ کی کسی بھی عالم فلک سے لے لیں اور وہ میں بھی دے سکتا ہوں۔جب ۲۳ فروری و بوقت غروب رویت ہلال ناممکن ہے چاند کی عمر چند گھنٹے سے زیادہ نہیں بقول مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ ''چاند کے وجود سے انکار نہیں'' مگر آنکھوں سے چاند نظر نہیں آ سکتا۔گذشتہ کئی مہینوں سے میرے مضامین میں اہل علم اور حجاج کرام کو دعوت بلکہ چیلنج دیا گیا تھا اور مجھے یقین ہے جن اہل علم اور حجاج کرام نے حجاز مقدس میں چاند ڈھونڈا ہو گا وہ ۲۳ فروری کی شام چاند نہ پا سکے ہوں گے پھر ۲۴ کو کس طرح پہلی ہوئی اور ۵ مارچ کو قربانیاں کیسے درست ہوئیں؟ علمائے اسلام ہی اس سوال کا جواب دے سکتے ہیں۔انہی کا یہ منصب ہے البتہ درخواست ضرور ہم کریں گے کہ حجاز مقدس یا ان علاقوں میں جہاں روزے عیدین دو دن یا ایک دن مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے اعلان سے پہلے ہوتی ہیں۔وہاں بہ نفس نفیس تشریف لیجا کر چاند خود ملاحظہ کریں، ان کے نظام شہادت کا علمی سوال جواب نہیں، عینی رویت کریں تین چار ماہ مسلسل ایسا کریں تو ہماری بات غلط ثابت نہ ہو گی۔

ماخذ حسب سابق رویت ہلال کمیٹی مفتی اعظم پاکستان محمد شفیع رحمہ اللہ، رویت ہلال ضیأ الدین لاہوری جوہر تقویم ضیاء الدین لاہوری سرور عالم جنتری، برنی تقویم کراچی

حضرت مولانا
محمد علی جالندھری
رحمہ اللہ
تالیف: مولانا محمد سعید الرحمن علوی رحمہ اللہ
مقدمہ: حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم
مجاہد ختم نبوت اور عظیم مبلغ کی داستان حیات
جدوجہد اور خدمات قیمت:=/100
بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

ساغر اقبالی

زبان میری ہے بات ان کی

- ہم سیاستدان منافق ہیں۔ (اقبال احمد خان)

میرا بیٹا بات سچی کوئی بھی کرتا نہیں میرے بیٹے کو سیاست دان ہونا چاہیے

- طالبان کا مجسمے توڑنے کا فعل اچھا نہیں۔ (طاہر القادری)

تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بت توڑنے کا فعل کیسا تھا؟

- مولوی آج کل اسلام کا نہیں بندوق چلانے کا سبق دیتے ہیں، (بے نظیر)

بی بی! آپ کو کونسا سبق چاہیے؟

- ناچ گانا گناہ ہے جلد گلوکاری چھوڑ کر تبلیغ اپناؤں گا۔ (جنید جمشید)

جادووہ جو سر چڑھ کے بولے!

- پولیس ٹھیک ہوجائے تو اسی فیصد جرائم ختم ہوجائیں۔ (ہائیکورٹ)

اور سرکاری وائٹ کالر، کیڑے مکوڑوں کی طرح مرجائیں۔

- شیش محل کلب ملتان میں ڈاگ شو، 20 نسل کے 80 کتوں کی شرکت۔ (ایک خبر)

ظاہر ہے ڈاگ شو میں کتوں نے ہی شرکت کرنا تھی۔

- میں مولانا نہیں باقی سب کچھ ہوں۔ (طاہر القادری)

پانی سے پرہیز۔ دودھ پتی تیز

- یوسف کذاب کو سزا نہ ہو۔ (عمر اصغر کا عزیز منشی کو خط)

چور چور کی حمایت کرتا ہے۔

- افغانستان اسلامی ماڈل نہیں، (قاضی حسین احمد)

تو کیا اسلامی ماڈل کے کوئی سینگ ہوتے ہیں؟

- امن وامان کا کوئی مسئلہ نہیں، کرپشن کے راستے بند کردیئے۔ (گورنر پنجاب)

سونے سے لدی ہوئی عورت لنڈی کوتل سے کراچی تک اطمینان سے سفر کرسکتی ہے۔ بجلی، سوئی گیس، ٹیلیفون، رجسٹری، تھانے، کچہری میں اب کوئی رشوت نہیں لیتا۔!

۞ فوجی حکومت نے چند ماہ میں خزانہ خالی کر دیا ہے۔(مسلم لیگ)

آپ کو اتنا افسوس کیوں ہو رہا ہے؟

۞ جنرل مشرف اسمبلیاں بحال کرنے کی غلطی نہ کریں، مشرف خود کیچڑ میں پھنس جائیں گے(ڈاکٹر طاہر القادری)

قادری صاحب! آپ بھی تو سیاست کے کیچڑ سے باہر نکلیں

۞ جہاد کے لیے چندہ مانگنے سے اچھا تاثر نہیں ملتا۔(وزیر داخلہ)

واقعی جناب والا! صرف آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک سے بھیک مانگنے ہی سے اچھا تاثر ملتا ہے۔

۞ سینماؤں پر 65 فیصد ایکسائز ڈیوٹی ختم کر دی گئی۔(ایک خبر)

''آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔''

۞ جمہوریت میں ہی قوم کا بہترین مفاد ہے۔(نوابزادہ نصر اللہ خان)

کبھی اسلام کا نام بھی لے لیا کریں جس میں دنیا و آخرت کا فائدہ ہے۔

۞ ظالم پولیس افسراب چڑیا گھر میں رہیں گے یا جیل میں۔(ہائیکورٹ)

آپ کے منہ میں گھی اور شکر

۞ شوہر رہا کرا لیا، اب سیاست نہیں کروں گی۔(کلثوم نواز)

رہائی ایسی دلائی کہ ''میاں'' سیاست سے بھی گئے۔

(بقیہ از صفحہ ۳۰)

ما رائیت منه ما تذکرون وقد حضرته واقمت عنده فرائیته موا ظباً علی الصلوٰة متحریاً للخیر یسئل عن الفقه (ملازماً للسنته(البدایه ج ۸ ص ۲۳۳ بحوالۂ سید نا معاویه شخصیت اور کردار'' ج ۱ ص ۴۰۷) جو کچھ تم کہتے ہو میں تو وہ باتیں یزید میں نہیں دیکھتا۔ جب اس کے پاس گیا ہوں اور اس کے پاس کئی روز تک قیام بھی کیا۔ میں نے اس کو نماز کی پابندی کرنے والا نیکی کا متلاشی مسائل فقہ پر گفتگو کرنے والا اور رسول ﷺ کی سنت پر پابندی سے عمل کرنے والا دیکھا ہے!''

واقعہ کربلا ایک ایسا واقعہ ہے کہ ہر سال ہی اس میں بوقلمونی پیدا کرنے کیلئے وضعی اور جعلی روایات کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ اور سراسر ظلم روا رکھ کر اس لڑائی کو معاذ اللہ ''کفر و اسلام کی جنگ'' کا سا ئی عنوان دیا جاتا ہے جو قطعاً غلط اور بہتان ہے۔ و صلی اللہ تعالیٰ خیر خلقه محمد و علی آله و اصحابه و ازواجه المطهرات اجمعین۔

۞

حافظ عبدالرشید ارشد روایت: حضرت مولانا مفتی ممتاز احمد تھانویؒ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی یادگار ملاقات

حضرت حافظ عبدالرشید ارشد (مدیر ماہنامہ الرشید لاہور) عالم باعمل، صاحب طرز انشا پرداز اور پرانی وضع کے آدمی ہیں۔ نہایت شریف الطبع اور مستقل مزاج، کھرے کردار کے حامل اور جدید منافقانہ تہذیبی رویوں سے کوسوں دور۔ من کے سچے اور دھن کے پکے۔ تمام عمر محنت مزدوری اور تجارت کر کے رزق حلال کمایا۔ اب بھی ضعیف العمری کے باوجود کتابوں کی تجارت کرتے ہیں۔ ''بیس بڑے مسلمان'' اور ''بیس مردان حق'' جیسی شہرہ آفاق کتابوں کے مصنف ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ کے شیدائی، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے فدائی اور قافلہ ولی اللّٰہی علمائے حق (دیوبند) کے ارادت مندوں میں ممتاز ومنفرد شخصیت ہیں۔ ''ماہنامہ الرشید'' ان کے قلم کی جولانگاہ ہے۔ گزشتہ پینتیس برسوں سے دین کا علم تھامے پوری استقامت کے ساتھ اعلاء کلمۃ الحق کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ ''واردات ومشاہدات'' کے زیرعنوان اپنی بپتا لکھتے ہیں اور نقوش عظمت رفتہ اجاگر کرتے رہتے ہیں یہ ان کی آپ بیتی بھی ہے اور جگ بیتی بھی۔ بلا کا حافظہ ہے اور اسم بامسمّیٰ ہیں۔ نصف صدی کے بے شمار واقعات کے حافظ ہیں۔ جن شخصیتوں سے ملے اور جن سے کسب فیض کیا ان کی روشن روشن باتیں انھیں ازبر ہیں۔ دیکھنے میں دھان پان اور نحیف وضعیف آدمی ہیں مگر عمل کے تسلسل کے اعتبار سے استقامت کا پہاڑ اور یادداشتوں کے حوالے سے چلتا پھرتا انسائیکلوپیڈیا ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں صحت کے ساتھ سلامت رکھے۔ (آمین) ذیل میں حضرت حافظ صاحب کے دو مضامین کے منتخب حصے قارئین کی نذر کئے جا رہے ہیں۔ (۱) حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی یادگار ملاقات (۲) ''امیر شریعت کے ایک جملے نے میرے دل سے پرویز کی شخصیت کا اثر ختم کر دیا'' (مدیر)

خلیفہ جی اعجاز رحمہ اللہ (م ۱۹۶۲ء) حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے خادم خاص، خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں قائم مدرسہ امدادالعلوم کے درجہ حفظ القرآن کے صدر مدرس، واردین خانقاہ کی سہولت کیلئے خانقاہ میں قائم کردہ ضروری اشیاء کی دکان کے انچارج، دکان معرفت سے دوائے دل لینے والوں کے خدمت گار، صاحب دل اور اہل اللہ میں سے تھے۔ ان کے ہاں تھانہ بھون میں ۱۹۲۱ء میں ایک فرزند نے جنم لیا ''ممتاز احمد'' نام رکھا گیا جو بعد ازاں اسم بامسمّیٰ ثابت ہوا (حضرت مولانا مفتی ممتاز احمد تھانوی) ۱۹۲۱ء۔۱۹۹۷ء) حضرت حکیم الامتؒ سے مستقلاً فارسی کی ایک کتاب شروع درس نظامی کی تکمیل مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور سے کی تدریس کا آغاز خیر المدارس جالندھر سے اپنے استاد حضرت مولانا خیر محمد رحمہ اللہ کی زیرنگرانی کیا۔

آپ کے اس دور کے تلامذہ میں حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کے فرزند و جانشین حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابو ذر بخاریؒ بھی ہیں۔ اسی زمانے کا قصہ ہے کہ شاہ جی رحمہ اللہ اپنے فرزند سے ملنے خیر المدارس تشریف لائے۔ پوچھا کون کون سی کتابیں پڑھتے ہو؟ تو ابن امیر شریعت نے کتب بتلائیں۔ ان میں ''بوستان'' بھی تھی، شاہ جی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''بوستان'' تم دو تین مرتبہ پڑھ چکے ہو، اب پڑھنے کی کیا ضرورت تھی؟ جواب دیا کہ جیسی بوستان اب پڑھ رہے ہیں ایسی تو کبھی نہ پڑھی تھی۔ اب تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ تصوف کی کتاب ہے۔ شاہ جی یہ سن کر بہت حیران ہوئے کہ بوستان میں تصوف کہاں سے آ گیا، پوچھا کہ کون پڑھاتا ہے؟'' بتلایا کہ ''مولوی ممتاز احمد تھانوی'' فرمانے لگے کہ ''پھر ٹھیک ہے، تصوف تو تھانہ بھون والوں کے گھر کی چیز ہے'' مفتی صاحب رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ بتلایا کہ میں ''مظاہر العلوم سہارنپور'' (انڈیا) میں طالب علم تھا، اس زمانہ میں حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ خطاب کے سلسلہ میں سہارنپور تشریف لائے۔ امیر شریعت کا نام کسی جلسہ کی کامیابی کی ضمانت تصور کیا جاتا تھا۔ شاہ جی رحمہ اللہ کی تقریر اپنے جوبن پر تھی کہ ہمارا وہاں سے گذر ہوا۔ کانوں میں دلکش اور سحر آمیز آواز پڑنے کی دیر تھی کہ قدموں میں زنجیر پڑ گئی، گرفتار ہو کر ہم بھی دوسرے قیدیوں کے ساتھ جا شامل ہوئے۔

بعض لوگوں نے شاہ جی سے عرض کیا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ میں سیاسی اختلاف ہے اور آپ کا تعلق حضرت مدنی سے ہے یہاں کے لوگ تو دونوں کو سگے بھائی سمجھتے ہیں لیکن شاید آپ کی سوچ اس سے کچھ مختلف ہے! شاہ جی رحمہ اللہ بے ساختہ بولے لاحول ولاقوۃ الا باللہ میرے تو وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں۔'' اب شاہ جی رحمہ اللہ نے عملی طور پر غلط فہمی کا ازالہ کرنا چاہا اور تھانہ بھون حاضری کا ارادہ ظاہر کیا، مجھ سے گاڑی کے اوقات پوچھے، میں نے تفصیل سے سمجھا دیئے اصاغر کے ذہنوں میں اکابر کے تعلقات کے بارے میں سوء ظن کا یہ کیسا بہترین علاج ہے۔ شاہ جی رحمہ اللہ نے ایک خادم سے فرمایا کہ ''حضرت کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنے کے لئے دس سیر مٹھائی لاؤ'' میں نے بتلایا کہ حضرت مٹھائی قبول نہیں فرماتے ہاں ''گھیور'' (ایک خاص قسم کی مٹھائی) قبول فرما لیتے ہیں اور وہ بھی بازار کی نہیں بلکہ یہاں سہارنپور میں ایک بابا جی کے ہاتھ کی بنی ہوئی، جو کہ حضرت شیخ الہند کے احباب و مخلصین سے ہیں۔'' اساتذہ و اکابر کے احباب کی مدد کرنے کی یہ کیسی احسن صورت ہے۔

شاہ جی رحمہ اللہ ملاقات و زیارت کے لئے بے چین ہو رہے تھے اور اسباب و لوازم جلد از جلد فراہم کرنا چاہتے تھے۔ فوراً کھڑے ہو گئے اور کہا کہ ''چلو بابا جی کے پاس لے چلو'' میں نے عرض کیا کہ اس وقت رات ہے، صبح چلے جائیں گے لیکن شاہ جی رحمہ اللہ نہیں مانے۔ چنانچہ اسی وقت بابا جی کے گھر پہنچے، دروازہ کھٹکھٹایا، اطلاع ملنے پر بابا جی رات کے لباس میں ہی باہر نکل آئے اور شاہ جی سے لپٹ گئے۔ کافی دیر باتیں ہوتی رہیں آخر میں شاہ جی رحمہ اللہ نے کہا کہ ''حضرت کے لئے دس سیر گھیور چاہیئے'' اب بابا جی کی دیانت ملاحظہ ہو کہنے لگے ''اس وقت میرے پاس جو سامان موجود ہے اس سے

بازار والا گھیور تو دس سیر تیار ہوسکتا ہے، لیکن جس طریقہ سے میں حضرت کے لئے تیار کرتا ہوں، وہ اتنے سامان سے سات سیر بنے گا، اس لئے وعدہ سات سیر کا کرتا ہوں اگر مزید سامان مل گیا تو دس سیر تیار کر دوں گا۔''

وہاں سے روانہ ہوئے تو میں نے عرض کی کہ '' یہ خیال رکھئے کہ حضرت ہدیہ قبول نہیں فرماتے'' شاہ جی رحمہ اللہ نے وفورِ خلوص میں داڑھی پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ میں قبول کروا کے چھوڑوں گا۔ بہرکیف شاہ جی اپنی قیام گاہ تشریف لے گئے اور میں مدرسہ لوٹ آیا۔ نظارۂ ملاقات کے اشتیاق نے ڈھنگ سے سونے بھی نہ دیا اور میں صبح کی گاڑی سے تھانہ بھون پہنچ گیا۔

خانقاہ کا تمام نظام حسب معمول جاری تھا اور میں حضرت کے معمولات کو بطور خاص دیکھ رہا تھا۔ حضرت گیارہ بجے کے قریب سہ دری سے اٹھے، جوتا پہنا، باہر نکلے اور پھر اندر چلے گئے، تھوڑی دیر کے بعد پھر اٹھے جوتا پہن کر باہر نکلے اور پھر اندر چلے گئے۔ تیسری مرتبہ بھی یہی ہوا۔ چوتھی مرتبہ اٹھے اور خلیفہ جی کے پاس گئے جو اسی وقت قرآن مجید پڑھا کر اٹھے تھے۔ فرمایا '' خلیفہ جی بھوک لگی ہوئی ہے، گھر جانا چاہتا ہوں، لیکن معلوم نہیں کیا بات ہے کہ دل میں کچھ رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے۔'' خلیفہ صاحب نے عرض کی کہ '' حضرت گاڑی کا وقت ہونے والا ہے، تھوڑی دیر انتظار کر لیں شاید کوئی مہمان آ رہا ہو۔'' فرمایا کہ بات تو آپ کی معقول ہے۔'' پھر حضرت وہیں حوض کے پاس ٹھہر گئے۔'' دل کو دل سے راہ ہوتی ہے'' بے شک حقیقت ہے۔ خیال رہے کہ میں نے ابا جان سے شاہ جی رحمہ اللہ کی آمد کے بارے میں قطعاً کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد بارہ بجے کی گاڑی سے شاہ جی رحمہ اللہ تشریف لے آئے، قلی سامان اٹھائے ہوئے ساتھ تھا۔ منزل پر پہنچ کر شاہ جی رحمہ اللہ نے اسے چونی دی وہ کہنے لگا '' میری اجرت دو آنہ ہے'' شاہ جی نے کہا تم چونی رکھ لو وہ کہنے لگا '' نہیں میں دو آنے ہی لوں گا'' اور پھر بازار سے چونی بھنا کر لایا اور دو آنے لے کر چلا گیا۔ واہ قلی کیا تھا ایک غیرت کا پیکر تھا۔

اب شاہ جی رحمہ اللہ خانقاہ میں داخل ہوئے، حضرت حوض پر ہی قیام فرما تھے۔ مصافحہ وسلام کے بعد حضرت نے حسب عادت پوچھا کون ہو؟ کہاں سے آئے؟ کیسے آئے؟ عرض کی عطاء اللہ نام ہے، اس وقت سہارنپور سے آ رہا ہوں، ایک عرصہ سے حضرت کی زیارت کا اشتیاق تھا، الحمد للہ آج اللہ تعالیٰ نے دیرینہ آرزو پوری فرما دی۔

فرمایا '' مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب؟'' عرض کی '' لوگ یوں کہہ دیتے ہیں'' فرمایا '' اپنے منہ سے کہو'' عرض کی '' حضرت میں اپنے منہ سے کیسے کہہ سکتا ہوں'' حضرت کے ہاں تو قدم قدم پر اصلاح جاری رہتی تھی، فرمایا تعریفاً کہنا تو جائز نہیں، لیکن تعارفاً کہنے میں تو کوئی حرج نہیں''

بہرکیف دونوں حضرات تشریف فرما ہوئے۔ مزاج پُرسی کے بعد شاہ جی رحمہ اللہ نے عرض کی '' حضرت! یہ گھیور بطور ہدیہ لایا ہوں'' فرمایا '' میں پہلی ملاقات میں ہدیہ نہیں لیا کرتا'' عرض کیا '' میرے والد صاحب نے مجھے وصیت کی تھی کہ جب بھی کسی بزرگ کے پاس جاؤ تو کچھ نہ کچھ ہدیہ لے کر جاؤ، اس لئے قبول فرما لیجئے'' فرمایا '' میرے ابا کی وصیت یہ ہے کہ پہلی ملاقات میں کسی سے ہدیہ قبول نہ کرنا، آپ کو اپنے ابا کی وصیت کا احترام ہے تو مجھے اپنے ابا کی وصیت کا پاس

ہے'' الغرض کچھ دیر اسی طرح اصرار و انکار ہوتا رہا پھر حضرت نے فرمایا'' میں اب گھر جاتا ہوں اور آپ کے لئے کھانا بھیجتا ہوں، کھانا کھائیے، آرام کیجئے اور اس کا جواب سوچ رکھیے انشاء اللہ ظہر کے بعد ملاقات ہوگی۔''

حضرت کے جانے کے بعد خلیفہ جی رحمہ اللہ نے شاہ صاحب کو بیت الخلاء کا راستہ بتلایا تو شاہ جی رحمہ اللہ نے فرمایا'' بیت الخلا کی حاجت نہیں، ہاں نہانا چاہتا ہوں۔'' خلیفہ جی نے کہا کہ'' یہاں کا اصول ہے کہ ہر نو وارد کو پہلے بیت الخلاء کا راستہ بتلا دیا جائے تا کہ ضرورت کے وقت دقت نہ ہو'' پھر تھوڑی دیر کے بعد اطلاع دی کہ'' غسل کے لئے پانی رکھوا دیا ہے، یہاں کا اصول یہ ہے کہ غسل میں ایک گھڑا پانی استعمال کیا جائے، لیکن چونکہ آپ پنجاب سے آئے ہیں، اس لئے میں نے آپ کے لئے دو گھڑے پانی رکھوا دیئے ہیں'' سبحان اللہ خانقاہ میں ہر مہمان کی راحت کا کس قدر خیال رکھا جاتا تھا۔ اتنی دقیق مصالح کی رعایت تو لوگ اپنے گھروں میں بھی نہیں رکھ سکتے۔

ظہر کے بعد مجلس عام میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی نوازش اور شاہ جی رحمہ اللہ کی کیفیت کا منظر دیدنی تھا۔ شاہ جی رحمہ اللہ نے پوری محفل کو کشتِ زعفران بنا دیا۔ ہدیہ قبول کرنے کے سلسلہ میں پھر اصرار و انکار رہا۔ آخر حضرت نے فرمایا کہ میں آپ کو اس کا جواب بتلاتا ہوں۔ آپ والد صاحب کا حوالہ مت دیجئے بلکہ یوں کہئے کہ'' میں سید عطاء اللہ شاہ تمہیں حکم دیتا ہوں کہ ہدیہ قبول کر لو۔'' پھر میں رکھ لوں گا اور یہ عذر کر دوں گا کہ'' عالم تھے۔ آل نبی ﷺ تھے، اس لئے ان کا حکم ٹال نہ سکا'' شاہ جی رحمہ اللہ نے پھر اپنے منہ سے یہ نہ کہا بلکہ یوں عرض کی کہ'' حضرت! جب آپ نے کہہ ہی دیا ہے تو اب قبول فرمالیجئے'' خیر ہدیہ قبول ہوا اور اگلے روز شاہ جی واپس سہارنپور تشریف لائے۔

اعلان ہوا کہ امیر شریعت رحمہ اللہ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے واپس تشریف لا چکے ہیں، آج رات فلاں مقام پر خانقاہ کے انوار و برکات پر وعظ فرمائیں گے۔ پھر کچھ نہ پوچھئے کہ لوگ کہاں سے اُمڈے چلے آتے تھے گلیاں، بازار، چھتیں سب بھر گئیں اور اس جلسہ کی خصوصیت تھی کہ حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب جو کسی جلسہ میں تلاوت نہیں کرتے تھے، انہوں نے خود خواہش فرما کر تلاوت کی اور پھر شاہ جی رحمہ اللہ کا سحر آفریں خطاب شروع ہوا۔ خطاب کیا تھا اک بحر مواج تھا۔ مجال ہے کہ کوئی متنفس ہلنے پایا ہو۔ حتیٰ کہ اذانِ فجر ہوگئی اور شاہ جی رحمہ اللہ پُر زور لہجہ میں کہہ رہے تھے۔

شب وصال بہت کم ہے، آسمان سے کہو
کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شب جدائی کا۔۔۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی تلاوت کے بارے میں امیر شریعت نے فرمایا'' بس آواز کا فرق ہے، ورنہ حضرت کا لہجہ بھی حجازی ہے اور خوب ہے، حضرت نے فجر کی نماز میں سورہ قیامت کی تلاوت کیا کی، قیامت ہی ڈھا دی۔''

مفتی صاحب رحمہ اللہ شعر و شاعری سے بھی خاص دلچسپی رکھتے تھے، فارسی پر آپ کو مکمل عبور تھا۔ ایک مرتبہ حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ نے یہ واقعہ سنایا کہ جب حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمہ اللہ کا جنازہ جا رہا تھا تو ایک شخص

(بقیہ صفحہ ۴۶ پر دیکھیں)

حافظ عبدالرشید ارشد ماضی کے جھروکے سے

امیر شریعت کے ایک جملے نے۔۔۔میرے دل سے پرویز کی شخصیت کا اثر ختم کر دیا

حافظ ریاض احمد اشرفی رحمۃ اللہ علیہ بڑے ہی نہیں بہت بڑے عالم دین تھے۔ شروع میں ان کا حال یہ تھا کہ جہاں کوئی روشنی نظر آئی اور محسوس ہوا کہ وقت کے تقاضوں کے مطابق کوئی کام ہو رہا ہے، ادھر متوجہ ہو گئے۔ لیکن ہر جانب جا کر، پھر کر، آخری عمر برسوں ایک ہی مشرب و مسلک پر ڈٹے رہے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ سلیم پوری رحمہ اللہ (خانقاہ سراجیہ کندیاں) سے بیعت ہو گئے۔ روزنامہ جنگ راولپنڈی میں دینی سوالوں کے مفصل جواب دیا کرتے تھے۔ بڑے دلچسپ بزرگ تھے۔ میں جب بھی راولپنڈی جاتا ان کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتا۔ مجھے ماضی کے بعض ایسے واقعات سناتے جو میرے لئے نئے ہوتے کاش! ان سب کو لکھا ہوتا۔

ایک دفعہ فرمانے لگے: ''میں غلام احمد پرویز (منکر حدیث) کی تقریر سننے گیا۔ وہ دورانِ تقریر بہت رو رہے تھے۔ میں نے یہ واقعہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ سے عرض کیا تو پنجابی میں فرمایا: ''جا او حافظا! پرویز دے رون توں متاثر ہو گیا ایں'' (واہ اے حافظ! آپ پرویز کے رونے سے متاثر ہو گئے ہیں) اور پھر وہ اپنے خاص لحن میں سورۃ یوسف کی آیت (۱۶) پڑھی......وَجَاءُوْ اَبَاھُم عِشَاءً یبکُون (سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹے)''اور آئے باپ کے پاس رات کو روتے ہوئے''

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے انہیں کنویں میں ڈال دیا اور رات کو روتے ہوئے باپ (سیدنا یعقوب علیہ السلام) کے پاس آئے اور کہا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔

حافظ ریاض احمد اشرفی فرماتے کہ حضرت امیر شریعت کا یہ آیت پڑھنا تھا کہ میری لوحِ قلب سے پرویز کی تقریر اور شخصیت کا اثر مٹ گیا''.......ع .... حکایتے لذیذ بود دراز تر گفتیم

(مطبوعہ: ماہنامہ الرشید، لاہور ''واردات ومشاہدات'' اشاعت خاص بیاد سید ابوالحسن علی ندوی ومولانا یوسف لدھیانوی شہید (جولائی ۲۰۰۰ء، صفحہ ۳۲۲، ۳۲۴)

(بقیہ از صفحہ ۴۵)

نے بڑے سوز وگداز سے یہ اشعار پڑھے۔

سرو سیمیناں بصحرا می روی سخت بے مہری کہ بے ما می روی

اے تماشا گاہ عالم روئے تو تو کجا بہر تماشا می روی

مفتی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کی ''حضرت! ان شعار کی روح تو آپ نے چھوڑ دی'' فرمایا'' وہ کیا؟'' میں نے یہ شعر پڑھا۔

دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست تا نہ پنداری کہ تنہا می روی

یہ سن کر شاہ جی رحمہ اللہ پھڑک اٹھے اور بہت داد دی۔ (مطبوعہ: ماہنامہ الرشید لاہور، اکتوبر ۱۹۹۳ء)

مسافرانِ آخرت

میاں علی احمد مرحوم: مجلس احرارِ اسلام سیالکوٹ کے صدر محترم میاں علی احمد صاحب ۱۵، فروری ۲۰۰۱ء کو طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے مرحوم کا شمار جماعت کے بزرگ کارکنوں میں ہوتا تھا۔ انہوں نے نصف صدی قبل احرار سے فکری و عملی تعلق قائم کیا اور مرتے دم تک احرار سے وابستہ رہے۔ تحریک کشمیر ۱۹۳۰ء تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۷۴ء میں بھرپور کردار ادا کیا۔ وہ اکابر احرار کی نشانی تھے میاں امجد حسین، محمد اشرف اور محمد ارشد آپ کے فرزند ہیں اور الحمدللہ مجلس احرار اسلام سے ہی وابستہ ہیں مجلس کے تمام رہنما اور کارکن میاں صاحب مرحوم کیلئے دعاء مغفرت کرتے ہیں اور لواحقین سے اظہارِ ہمدردی و تسلی اور صبر کی دعاء کرتے ہیں۔

طاہر ندیم مرحوم: معروف عالم دین اور جمعیت علماء اسلام کے رہنما مولانا عبدالمجید ندیم کے جواں سال فرزند محمد طاہر ندیم ۴، مارچ ۲۰۰۱ء کو ملتان میں قتل کر دیئے گئے قاتل دندنا رہے ہیں اور ابھی تک گرفتار نہیں ہوئے مولانا کیلئے یہ بہت ہی گہرا صدمہ ہے انہوں نے تو مقدمہ اللہ کی عدالت میں بھیج دیا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ دنیا کی عدالتیں کس لئے قائم ہیں؟ یہ سوال پاکستان کی مظلوم عوام کے ہر فرد کی زبان پر ہے اور جواب کوئی نہیں اللہ تعالی مولانا کو صبر عطاء فرمائے (آمین) عزیز طاہر ندیم کی مغفرت فرما کر درجات بلند فرمائے (آمین)

والدہ مرحومہ محمد عثمان: مجلس احرارِ اسلام ملتان کے رکن حافظ محمد عثمان، حافظ محمد فاروق اور حافظ محمد ابوبکر کی والدہ ماجدہ ۸، مارچ ۲۰۰۱ء کو انتقال کر گئیں۔

محمد شفیع چغتائی مرحوم: مجلس احرار اسلام ملتان کے رکن اور وفاق المدارس الاحرار کے سفیر ابو معاویہ محمد بشیر چغتائی کے چچا محمد شفیع چغتائی ۸، مارچ کو انتقال کر گئے۔

چیچاوطنی سے ہمارے دیرینہ کرم فرما محترم شیخ محمد رفیق کے بہنوئی محمد زاہد صاحب گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔

اراکین ادارہ تمام مرحومین کیلئے دعاءِ مغفرت کرتے ہیں اور لواحقین سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے ان کیلئے صبر کی دعاء کرتے ہیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ دعاء مغفرت اور ایصالِ ثواب کا اہتمام فرمائیں (ادارہ)

مولانا محمد مغیرہ (خطیب جامع مسجد احرار چناب نگر)

مجاہد ختم نبوت مولانا عبدالواحد مخدوم رحمہ اللہ

نومبر 93ء کو مجلس احرار اسلام کی مرکزی شوریٰ کے اجلاس میں جامع مسجد احرار چناب نگر کے عملہ کی تبدیلی کا فیصلہ کیا گیا۔ اور ۹۴ء کے شروع میں جماعت نے میری تشکیل جامع مسجد احرار چناب نگر میں کر دی چونکہ حضرت پیر جی مدظلہ شوریٰ کے فیصلہ کے مطابق اس ادارہ کے منتظم قرار پائے اور حضرت پیر جی کا قیام اکثر و بیشتر چناب نگر میں ہوتا جس کی وجہ سے لوگوں کی آمد و رفت اور ملاقات کا سلسلہ تسلسل سے جاری رہتا۔ ہم چونکہ نو وارد تھے علاقہ میں کسی سے کوئی شناسائی نہ جان پہچان تھی۔ لوگ آتے مل کر چلے جاتے، ان ملاقاتیوں میں سے مولانا عبدالواحد مخدوم بھی کبھی کبھی شاہ جی سے ملاقات کیلئے تشریف لاتے۔ ہمیشہ تھوڑی دیر کے لئے ملاقات کرتے اور واپس تشریف لے جاتے۔

مولانا عبدالواحد مخدوم نہایت سادہ طبیعت، خاموش مزاج، چال چلن اور گفتار سے معلوم ہی نہیں ہوتے تھے کہ ایک مضبوط عالم ہیں۔ رفتہ رفتہ مولانا کا رشتہ محبت حضرت پیر جی سے مضبوط ہوتا گیا۔ ہم عمر ہونے کے ناطے اور حضرت پیر جی کے طفیل میرے بھی ان سے اچھے مراسم استوار ہو گئے۔ چنیوٹ و چناب نگر روزہ مرہ کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ان کا ہر وقت آنا جانا رہتا تھا، ہمیشہ مسجد احرار میں تشریف لاتے۔

مولانا عبدالواحد مخدوم چناب نگر سے تقریباً سات کلو میٹر دور ساہیوال روڈ پر واقع ایک مشہور قصبہ ڈاور میں جامع مسجد محمدیہ میں خطیب تھے۔ مولانا جہاں مضبوط عالم تھے ساتھ ہی ایک حاذق حکیم بھی تھے اور ڈاور میں ہی ''المخدوم دواخانہ'' کے نام سے مطب بھی کرتے تھے۔ رد قادیانیت پر اچھی خاصی دسترس رکھتے تھے بلکہ رد قادیانیت انکا محبوب مشغلہ تھا۔ جب کبھی ان سے کسی عنوان پر بات ہوتی حوالہ جات کی ایک لائن لگا دیتے۔ مولانا کو مرزا غلام احمد قادیانی کی کتب کا نہ صرف وسیع مطالعہ تھا بلکہ انکو کتب مرزائیت کے صفحات کے صفحات از بر تھے جبکہ جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ مرزا جی کی گفتگو، تحریر کتنی بے ربط اور لایعنی سی ہے۔ مولانا سے صرف مرزا جی کی کسی تحریر کا اشارہ دیدیں وہ اسی وقت پوری عبارت سنا کر حوالہ بھی بتا دیتے۔

مولانا بڑی خوبیوں کے مالک تھے ان کا ہر وقت خیال ہوتا کہ کوئی بندۂ خدا ملے کہ وہ مرزائیت کے پول کھولیں۔ راقم کے جب ان سے تعلقات مضبوط ہوئے تو راقم نے ان سے عرض کیا کہ چناب نگر کے قرب و جوار میں مرزائی اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں شب و روز مصروف عمل ہیں ہمیں بھی ان کے تعاقب میں نکلنا چاہیے اس قدر خوش ہوئے جیسے انکی دلی تمنا پوری ہو رہی ہو۔ باہمی مشاورت سے ہفتے میں ایک دن مقرر کر لیا گیا میرے پاس بھی موٹر سائیکل تھا جو جماعت کی طرف سے مجھے ملا ہوا تھا جبکہ مولانا کے پاس بھی ان کا اپنا موٹر سائیکل تھا۔ ہم دونوں اپنی اپنی سواری لے کر نکل جاتے البتہ میرے ساتھ مقامی جماعت کے ایک کارکن مہر ریاض احمد ہرل بھی سوار ہوتے۔ دیہاتوں میں کئی مرزائیوں

سے ٹاکرہ ہوا ہم انکو مجبور کرتے کہ گفتگو کرو اور بتاؤ تم مرزا غلام احمد قادیانی کو کیا مانتے ہو؟ جبکہ عموماً دیہاتوں میں وہ کہتے پھرتے ہوتے ہیں۔ کہ ہم تو مرزا جی کو ایک پیر ولی مانتے ہیں اور بس۔ کئی مقامات پر مرزائیوں سے گفتگو ہوئی اور اسکا بحمد اللہ بہت فائدہ ہوا کہ کئی جگہوں سے مرزائیوں کے ڈیرے اکھڑوائے۔

ایک دفعہ یہ ہوا کہ چناب نگر سے تقریباً سات آٹھ کلومیٹر پر واقع پٹھان کوٹ نامی بستی ہے اس کے امام مسجد صاحب۔ مولانا کے پاس آئے کہ مرزائیوں سے تاریخ طے ہوگئی ہے وہ کہتے ہیں کوئی مولوی آئے ہم سے گفتگو کرلے۔ مولانا عبدالواحد مخدوم میرے پاس تشریف لائے کہ تیاری کرو فلاں تاریخ کو بستی پٹھان کوٹ پہنچنا ہے، چنانچہ ہم حسب نظام الاوقات مذکورہ بستی میں پہنچ گئے اور مرزائیوں کا انتظار کرنے لگے کہ ایک موٹر سائیکل پر سوار دو آدمی ہاتھ میں کچھ کتابیں لیے بستی پٹھان کوٹ سے آگے کو نکل گئے۔ وہاں کے مولوی صاحب نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں مگر تمہیں دیکھ کر راہ فرار اختیار کئے جا رہے ہیں۔ بس اتنا سننا تھا کہ مولانا عبدالواحد کھڑے ہو گئے اور مجھے کہا دیر نہ کرو موٹر سائیکل تیار کرو انکے پیچھے چلتے ہیں یہ کیا ہوا وعدہ کر کے بھاگے جا رہے ہیں (ظاہر ہے اتنی دیر میں وہ کچھ فاصلہ طے کر گئے۔) کچا راستہ سڑک ناہموار مگر اسکی پرواہ کئے بغیر مولانا اور میں اپنی اپنی سواریوں پر آگے پیچھے کافی دور تک ان کا پیچھا کیا کہ کہیں وہ ہمارے ہاتھ آ جائیں راستہ میں ملنے والوں سے پوچھتے کہ کوئی دو آدمی موٹر سائیکل پر جاتے تو نہیں ملے لوگ کہتے آگے کو نکل گئے ہیں گرمیوں کا موسم تھا۔ انکی قسمت وہ تو نہ ملے البتہ لوگوں سے پتہ چلا کہ فلاں ڈیرے پر مرزائیوں کا ایک گروپ دوائیاں تقسیم کر رہا ہے ہم سنتے ہی وہیں اس ڈیرے پر پہنچ گئے مجمع لگا ہوا ہے اور ان سے ہومیو پیتھک دوائی مفت حاصل کر کے دیہاتی خوش ہو رہے ہیں کہ آپ لوگ بڑے اچھے ہیں۔ ہم بھی چپکے سے السلام علیکم کہہ کر ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے کہ ایک نوعمر لڑکا آیا انہوں نے اسکو چیک کیا اور کہا کہ اسکو یرقان ہے یہ دوائی سات دن اسے استعمال کرواؤ اگر صحیح نہ ہوا تو آئندہ ٹور پر ہم اس کو چناب نگر کے بڑے ہسپتال میں بڑے ڈاکٹروں سے چیک کروا کر دوائی لے دیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ ڈسپرین کی گولی سر درد یا دانت درد کیلئے استعمال کی جاتی اسکے علاوہ میں علاج و تشخیص سے بالکل ہی ناواقف ہوں میں نے اس لڑکے کو بلایا اسکی آنکھیں دیکھیں نبض پر ہاتھ رکھا اور اسکے پیٹ کو ہاتھ سے آہستہ آہستہ دبایا مجھے کیا معلوم کہ یرقان کی علامات کیا ہوتی ہیں۔ میرے اس عمل کو دیکھ کر مولانا عبدالواحد مسکرانے لگے وہ بھی جانتے تھے کہ یہ علاج معالجہ سے ناواقف ہے مگر میں نے یونہی کہہ دیا اس ٹیم کو مخاطب ہو کر کون پاگل کہتا ہے کہ اسکو یرقان ہے جس پر ان کی حالت دیکھنے کے قابل تھی۔ مولانا عبدالواحد چونکہ حکیم بھی تھے یہ بھی سمجھ رہے تھے کہ اس نے تک بندی کی ہے اور اسکا تیر صحیح نشان پر لگا ہے۔ فرمانے لگے ''مولوی مغیرہ صاحب یہ دھوکہ باز لوگوں کا گروہ ہے جو ہر حالت میں انسانیت کے ساتھ دھوکہ بازی سے نہیں چوکتا۔ معلوم ہوتا ہے بلکہ میں یقین سے کہتا ہوں کہ ان میں ہومیو پیتھک کا کوئی بھی ڈاکٹر نہیں چونکہ ہومیو پیتھک ادویہ سے نفع نہ بھی ہو تو نقصان کا کم خدشہ ہوتا ہے اور یہ لوگ دھوکہ بازی

سے ادویہ تقسیم کر کے چلے جاتے ہیں کہ لوگ واہ واہ کریں۔ بس اتنی بات کرنا تھی کہ کہنے لگے کہ ہمیں جلدی ہے بقیہ مریض اگلے ٹور پر دوائی حاصل کریں۔ لوگ تو اٹھنے لگے مگر مولانا عبدالواحد نے کہا بھائی ہم تمہارے لئے اتنی گرمی میں سفر کر کے آئے ہیں تھوڑی دیر بیٹھو۔ خیر ہم نے ان کو مجبور کر کے بٹھالیا اور سارا ماجرہ انکو سنایا کہ تمہارے آدمیوں نے بستی پٹھان کوٹ میں مناظرہ طے کیا مگر ہمیں دیکھ کر وہ فرار ہو گئے انکا پیچھا کرتے کرتے آپ تک پہنچے ہیں تم بھی تو مرزائی ہو بتاؤ مرزا جی کو تم کیا سمجھتے ہو مگر وہ تیار نہیں ہو رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہمیں آگے جانا ہے جلدی ہے بالآخر انہوں نے مجبور ہو کر تاریخ طے کی ایک ہفتہ کا وقفہ تھا۔ مگر ہمیں دو دن پہلے ہی اطلاع ہو گئی کہ وہ آئے تھے اور جواب دے گئے ہیں کہ ہم نہیں آئیں گے اور اعتماد دلانے کیلئے ان ڈیرہ والوں سے کہا ہم پر پرچہ ہو جائیگا یہ مولوی بڑے خطرناک ہیں۔ مگر باوجود پتہ چل جانے کے اس طے شدہ تاریخ کو ہم وہاں پہنچ گئے ڈیرہ والوں کو بلایا اور انہیں غیرت دلائی کہ اگر وہ سچے ہوتے تو آج طے شدہ پروگرام پر ضرور پہنچتے یہ نشانی ہے کہ وہ جھوٹے ہیں میدان میں آنے کی ہمت ہی نہیں ہوئی اور تم لوگ انکو اپنے ڈیرے پر بٹھاتے ہو۔ اور پھر مولانا نے ان لوگوں کو مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹ سنائے تو وہ لوگ کانوں کو ہاتھ لگاتے اور توبہ توبہ کرتے۔ بالآخر ڈیرہ والوں نے وعدہ کیا کہ آئندہ انکو اس جگہ نہ بیٹھنے دیں گے نہ انکی کوئی بات سنیں گے اور نہ ہی دوائیاں ان سے لیں گے۔ چونکہ یہ علاقہ مولانا کا تھا اکثر لوگ مولانا کو جانتے تھے اس لئے جہاں ہم جاتے جو بھی ملتا اس سے مولانا کا پہلا سوال یہ ہوتا کہ ادھر کوئی مرزائی تو نہیں آتا۔ انکی کیفیت یہ ہو چکی تھی کہ انکی اکثر نجی مجالس میں بھی کسی نہ کسی طرح رد قادیانیت پر باتیں چلتی رہتی۔ اپنے قصبہ ڈاور میں صبح سکول کے لئے دو گھنٹے متعین کر چکے تھے جسکا معاوضہ کچھ نہ لیتے۔ اور اس وقت لڑکوں کو نماز کلمہ یاد کراتے جب میں نے ان سے سوال کیا کہ جب معاوضہ کچھ بھی نہیں تو تم نے یونہی سکول کو کیوں وقت دے رکھا ہے۔ تو فرمانے لگے اس کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اپنے علاقہ کے لڑکے ہیں اور کچھ نہ سہی کم از کم نماز کلمہ تو صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھنے والے بن جائیں اور پھر یہ کہ کچھ عقائد کی اصلاح بھی ساتھ کرتا رہتا ہوں۔

دوسرا فائدہ اسکا یہ ہے کہ چناب نگر کے قریب سکولوں میں ضرور کوئی ماسٹر مرزائی ہوتا ہے میری موجودگی سے کم از کم اسکول میں وہ اپنی تبلیغی سرگرمیاں جاری نہیں رکھ سکے گا۔ اس وقت بھی ڈاور سکول میں دو ماسٹر مرزائی تھے اگر کبھی کوئی بات کرتے تو اسی وقت نقد جواب انکو مل جاتا۔ ایک دن ایک مرزائی ٹیچر نے باہمی گفتگو میں یہ کہدیا کہ جناب دیکھو ہم اہل قبلہ ہیں ہماری نماز روزہ کلمہ وہی ہے جو تم پڑھتے ہو ہم بھی وہی قرآن پڑھتے ہیں جو تم پڑھتے ہو اور پھر یہ کے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے جو لوگ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں انہیں کافر نہ کہو۔ نامعلوم مولویوں کو کیا ہو گیا کہ ہمیں کافر کہنے پر کیوں مصر ہیں۔ کسی ٹیچر نے مرزائی کی اس بات کا ذکر مولانا عبدالواحد مخدوم سے کر دیا۔

مولانا عبدالواحد مخدوم نے اسی وقت سٹاف کو اکھٹا کیا اور مرزائی ٹیچر سے پوچھا کہ تو نے یہ بات کہی ہے اس نے کہا بالکل میں نے کہی ہے۔ جس پر مولانا عبدالواحد نے کہا ہم بھی تو کلمہ پڑھتے ہیں نماز پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں قرآن بھی پڑھتے ہیں مگر تم بھی ہمیں کافر کہتے ہو، مرزائی ٹیچر نے کہا کہ اگر مرزا جی نے تمہیں کافر کہا ہے تو وہ اس اعتبار سے کہ کافر کا

معنیٰ چھپنے والا جب کہ تم مرزا جی کی صداقت کو چھپاتے ہو یہ تو نہیں کہا گیا کہ تم دائرہ اسلام سے خارج ہو۔ مولانا نے کہا اگر تمہاری کتابوں میں یہ بھی ہو کہ تمہارا مخالف کافر بھی ہو اور دائرہ اسلام سے بھی خارج ہو تو پھر، مگر وہ مان نہیں رہا تھا مولانا نے اپنے تھیلے سے مرزا بشیر الدین کی کتاب آئینہ صداقت نکالی اور مرزائی ٹیچر سے کہا نکالو اسکا صفحہ ۳۵ قادیانی ٹیچر نے جب اسکا صفحہ ۳۵ نکالا تو اس پر یہ عبارت درج تھی کہ ''کل مسلمان جو مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔'' یہ پڑھتے ہی مرزائی ٹیچر کتاب کے صفحات ادھر ادھر پلٹنے لگا اور پھر چپکے سے کتاب واپس کر دی۔ مرزائی کسی نہ کسی حیلہ سے گفتگو کے آغاز میں کوشش کرتے ہیں کہ کسی صورت یہ طے ہو جائے کہ مرزا جی کی کتاب کا حوالہ درمیان گفتگو نہ لایا جائے صرف قرآن وحدیث سے دونوں فریق اپنے اپنے دلائل لائیں اور بات اس انداز سے کرتے ہیں کہ ہم لوگ حالات کو دیکھ کر اس پر آمادہ ہو جاتے ہیں کہ ہمارے مسلمان بھائی جو اس وقت موجود ہوتے ہیں وہ بات کو سمجھ نہیں سکتے کہ کیا معاملہ ہے اور وہ بھی اس معاملہ میں انکے ہمنوا ہو جاتے ہیں کہ تم مرزا کو کیا کرتے ہو قرآن وحدیث ٹھیک ہے مگر مولانا اس معاملہ میں بڑے چالاک واقع ہوئے تھے ایسے موقع پر فرماتے کہ ہمارا تمہارا اختلاف قرآن سے نہیں اختلاف تو مرزا قادیانی کی ذات سے ہے جو شخص مختلف فیہ ہے اس کو زیر بحث لانا چاہیے اور یہی وہ حساس معاملہ ہے کہ مرزائی مرزا قادیانی کی شخصیت کو کسی صورت بھی درمیان گفتگو زیر بحث لانے کیلئے تیار نہیں ہوتے جو ایک بہت بڑا عجوبہ ہے۔ کبھی کبھی مباحثہ کے درمیان جب دیکھتے کہ مرزائی پریشان ہو رہا ہے اور اپنے موقف کو ثابت نہیں کر پا رہا تو کہتے اگر تم لوگ مرزا قادیانی کو اپنی آنکھوں سے پڑھو اور خود فیصلہ کرنے لگو تو مجھے یقین ہے کہ تم لوگ مرزا قادیانی کو بیچ چوراہے کے چھوڑ کر چلے جاؤ گے۔ تم لوگ لکیر کے فقیر ہو حقیقت سے اپنے آپکو آشنا کرنے کیلئے تیار ہی نہیں ہو۔

ایک دفعہ درمیان گفتگو مولانا عبدالواحد مخدوم نے حیات عیسیٰ علیہ السلام پر ایک آیت پڑھی اذ قال اللّٰہ یعیسیٰ انی متو فیك اور معنیٰ اسکا یوں کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے عیسیٰ میں تجھے پورا پورا لینے والا ہوں۔

مگر مرزائی اس معنیٰ کو ماننے کیلئے تیار ہی نہ ہوا کہ متوفی کا معنیٰ موت ہے۔ مولانا نے جھٹ روحانی خزائن جلد ا ص ۶۲۰ نکال کر مرزائی کے سامنے کر دی کہ مرزا جی نے اسکا معنیٰ ''پوری پوری نعمت دینے والا ہوں'' کیا۔ موت معنیٰ نہیں کیا۔

جس پر مرزائی سر پٹہ کر رہ گیا۔ قصہ مختصر کہ مولانا عبدالواحد مخدوم ہر وقت تعاقبِ مرزائیت میں کوشاں رہتے۔ اور تعاقبِ قادیانیت کیلئے ہی کبھی کبھی پندرہ روزہ اجتماعات علاقہ میں منعقد کرتے اور ان اجتماعات کے اشتہار فوٹو سٹیٹ کروا کر تقسیم کرتے۔

گذشتہ سال مجلس احرار اسلام کی طرف سے شہداء ختم نبوت کانفرنس کا پروگرام جو مارچ میں منعقد کیا جاتا ہے سے پہلے ہم نے پندرہ روزہ اجتماعات منعقد کیے کہ علاقہ میں پروگرام کی تشہیر بھی ہو جائیگی اور علاقہ کا دورہ بھی ہو جائیگا ۱۷ فروری جمعرات کو مولانا اکیلے پروگرام کے اشتہار تقسیم کرتے رہے جبکہ ۱۸ فروری جمعہ کو راقم اور مولانا دونوں ایک ہی موٹر سائیکل پر سوار ہو کر نکلے چناب نگر سے تقریباً ۱۵ کلومیٹر دور قصبہ ''ولہ'' میں اشتہار لیکر پہنچے وہاں احباب سے ملاقاتیں ہوئیں اشتہار انکے سپرد کر کے واپس ہم ساہیوال روڈ ''بستی جبانہ'' جا رہے تھے کہ اڈا صابو والہ پر ٹریکٹر سے تصادم ہو گیا راقم کو

معمولی چوٹیں آئیں اٹھ کر اپنے آپ کو سنبھالا جبکہ مولانا عبدالواحد نہ سنبھل سکے لوگ اکٹھے ہوگئے چارپائی پر لٹایا دودھ منگوا کر منہ کو لگایا جو مولانا نے نوش کر لیا گاڑی پر سوار کر کے لالیاں ہسپتال لے جا رہے تھے کہ حرکت اعضاء رک گئی اور چند لمحوں کے بعد مولانا عبدالواحد کے رخسار چمکنے لگے جس سے محسوس تو ہو ہی گیا کہ مولانا کا سفر آخرت شروع ہو گیا ہے اور ساتھ چہرے پر چمک آ جانے سے امید محسوس ہوئی کہ استقبال بھی اچھا ہی محسوس ہوتا ہے لالیاں ہسپتال پہنچے وہاں اس وقت کے سینئر ڈاکٹر محمد شریف صاحب کو اطلاع پہنچی اسی وقت چیک اپ کیا اور سرد آہ بھری افسردہ لہجہ میں فرمانے لگے افسوس میں انکی خدمت نہ کر سکا مولانا عبدالواحد اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں ان للّٰہ وانا الیہ راجعون اس وقت میری کیا کیفیت تھی جو قابل بیان نہیں مگر اللہ کے قانون کے سامنے کسی کو دم مارنے کی کب پوزیشن ہے۔

مولانا عبدالواحد مخدوم کے انتقال کی خبر آناً فاناً پورے علاقے میں پھیل گئی ڈاکٹر محمد شریف کے تعاون سے ہی مولانا کا جسد خاکی گھر پہنچایا گیا جبکہ حادثہ کی اطلاع پہلے پہنچ چکی تھی۔ اس حادثہ کی اطلاع ملتان دفتر میں بھی پہنچ گئی جنازہ میں شرکت کیلئے نقیب ختم نبوت کے مدیر سید محمد کفیل بخاری ملتان سے روانہ ہوئے مگر نماز عشاء کے بعد جنازہ پڑھایا گیا جس کے باعث جنازہ میں شاہ جی شرکت نہ کر سکے۔ قبر کی تیاری میں تاخیر ہو جانے کے سبب رات دس بجے کے بعد تدفین عمل میں لائی گئی۔ آخری دیدار کیلئے کفن کا کپڑا چہرے سے ہٹایا گیا تو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ مولانا کے چہرے کی چمک دوبالا دکھائی دے رہی تھی۔ مولانا عبدالواحد مرحوم جب تک زندہ رہے وقتاً فوقتاً ردِ مرزائیت کے مختلف عنوانات پر انکے مضامین نقیب ختم نبوت ملتان میں چھپتے رہے انکی ایک کتاب ''کذبات مرزا'' مجلس احرار اسلام کے اہتمام میں چھپی جس کے تمام اخراجات مجلس احرار اسلام نے برداشت کئے۔

مولانا عبدالواحد مخدوم کے والدین باحیات ہیں اور بڑھاپے کی منازل طے کر رہے ہیں مولانا کے تین بھائی ہیں جن میں ایک بھائی محمد یونس حافظ قرآن ہیں بہت اچھا پڑھتے ہیں ملنسار ہیں تواضع وانکساری میں مولانا کی یاد تازہ رکھتے ہیں۔ مولانا کی ایک بیٹی جبکہ دو چھوٹے چھوٹے بیٹے ''عثمان اور عمر فاروق'' ہیں۔ مولانا اپنے بیٹے عثمان کو اپنے انتقال سے ایک مہینہ پہلے مدرسہ ختم نبوت واقع جامع مسجد احرار میں داخل کروا چکے تھے۔ مولانا عبدالواحد مرحوم کے انتقال سے ظاہر ہے والدین، اہلیہ، اور باقی عزیز واقرباء کو صدمہ پہنچا ہے مگر مولانا کے انتقال سے مجلس احرار اسلام کو بھی صدمہ ہوا کہ وہ مجلس احرار اسلام کے کارکن بھی تھے اور چناب نگر کے علاقہ میں ردقادیانیت کے کام میں مجلس احرار اسلام کے ساتھ انکا بہت بڑا تعاون بھی تھا۔ مولانا کی ردقادیانیت پر خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائیگا انکے ردقادیانیت پر سنہری اصول کی روشنی میں ہر لمحہ ہر آن فتنہ قادیانیت کا تعاقب برابر جاری رکھا جائیگا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور مولانا عبدالواحد کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

شورش کاشمیریؒ

سوانح عمری

کچھ گئے وقتوں کی یادیں، کچھ گریبانوں کے چاک
کچھ بگولوں کی حکایت، کچھ بیابانوں کی خاک
کچھ تمناؤں کے خاکے، کچھ عزیزوں کے خیال
کچھ ادب کے سلسلے، کچھ شاعری کے ماہ و سال
کچھ گھنی پلکوں کے سائے، کچھ نہفتہ معرکے
کچھ غزالوں کا تعاقب، کچھ شگفتہ معرکے
کچھ زمانہ کی دغا کے سلسلوں کا پیچ و خم
کچھ دلِ بے مدعا کے ولولوں کا زیر و بم
کچھ بہت پہلے کی باتیں، کچھ بہت آگے کے راز
کچھ حدیثِ زلف و بادہ، کچھ نوائے سوز و ساز
کچھ وفانا آشناؤں کی وفا کے تذکرے
کچھ خزاں کی داستانیں، کچھ صبا کے تذکرے
کچھ ادیبوں کی زباں میں خوش جبینوں سے گلے
کچھ غزل کے نرم لہجہ میں حسینوں سے گلے
کچھ سلاسل کے ترانے، کچھ قفس کی بولیاں
کچھ غنا کی مجلسیں، کچھ مطربوں کی ٹولیاں
کچھ سرود و شعر کے عنوان لہراتے ہوئے
کچھ نگاہِ ناز کے فرمان اِتراتے ہوئے
کچھ شروعِ عشق کی بے تابیاں افکار میں
کچھ غزلہائے رواں کی رونقیں بازار میں
کچھ شکستہ آرزوئیں مرثیوں کے روپ میں
جیسے اک تنہا مسافر دوپہر کی دھوپ میں
کچھ عزیزوں کے بچھڑنے اور بچھڑنے کا ملال
کچھ اندھیری رات میں پھیلے ہوئے روشن خیال
چند دیوانوں کی صحبت، چند فرزانوں کا ساتھ
چند نظموں کی رفاقت، چند افسانوں کا ساتھ
واعظوں کی ہم نشینی، حلقۂ رنداں کی بات
دوستوں کی نکتہ چینی، دشمنوں کا التفات
آشناؤں کی جفائیں، ہم نواؤں کے فریب
آئے دن کی کشمکش میں رہنماؤں کے فریب
کچھ حقائق، کچھ معارف، کچھ لطائف، کچھ نکات
اس طرح بکھرے پڑے ہیں جیسے تاروں کی برات

ان میں کوئی زمزمہ ہے اور کوئی فریاد ہے
ہاں! انہی الفاظ میں شورش مری روداد ہے

ملا عمر اور اسامہ عالمِ اسلام کے دلوں کی دھڑکن ہیں ❀ مرزائی اسلام اور پاکستان کے لئے ناسور ہیں

شہداءِ ختمِ نبوت کی قربانیوں سے پاکستان قادیانی سٹیٹ بننے سے محفوظ ہوا ❀ جمہوریت سمیت کسی کافرانہ نظام سے سمجھوتہ نہیں کریں گے (امیر احرار سید عطاء المہیمن بخاری)

❀ حکمرانوں کا اسلام کے ساتھ معاندانہ رویہ امریکی ایجنڈا ہے (مولانا محمد اسحٰق سلیمی)

❀ مسئلہ کشمیر کو الجھانے کے لئے خودمختار کشمیر کا نعرہ لگایا جارہا ہے ❀ میڈیا پر بے حیائی کی انتہا ہوگئی

(عبداللطیف خالد چیمہ)

چناب نگر (۲۲ مارچ) تحریک تحفظ ختمِ نبوت ۱۹۵۳ء کے دس ہزار شہداء کی یاد میں مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیر اہتمام ۲۳ ویں سالانہ دو روزہ شہداءِ ختمِ نبوت کانفرنس ۲۲، ۲۳ مارچ جامع مسجد احرار چناب نگر میں منعقد ہوئی۔ ۲۲ مارچ جمعرات کو ہی احرار کارکنوں کے قافلے پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ نمازِ عصر کے بعد کانفرنس کے افتتاحی اجلاس سے سید محمد کفیل بخاری نے مجلس احرار اسلام کے نصب العین منشور و دستور، تنظیم سازی، حالاتِ حاضرہ میں جماعت کا مؤقف اور کارکنوں کی ذمہ داریاں کے عنوانات پر نمازِ مغرب تک خطاب کیا۔ بعد از مغرب حضرت امیرِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم نے تمام حاضرین کو اللہ کے ذکر میں مشغول کیا۔ بعد از عشاء دوسری نشست گیارہ بجے شب تک جاری رہی۔

۲۳ مارچ کو نمازِ فجر کے بعد محترم قاری محمد یوسف احرار نے درسِ قرآن کریم ارشاد فرمایا۔ نمازِ جمعہ سے قبل منعقدہ اس نشست سے مجلس احرار اسلام پاکستان کے سربراہ ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شہدائے ختم نبوت کا مشن اس وقت تک جاری رہے گا جب تک ایک منکرِ ختم نبوت بھی دنیا میں موجود ہے دین اسلام میں ڈاکہ ڈالنے والے مرزا غلام قادیانی کی امتِ مرتدہ اسلام اور پاکستان کیلئے ناسور کی حیثیت رکھتی ہے آج تک کے حکمرانوں نے اپنے اپنے انداز میں قادیانیت کو پنپنے کے مواقع فراہم کیے ۱۹۵۳ء کے شہداء کی قربانیوں کے نتیجہ میں یہ ملک قادیانی سٹیٹ بننے سے محفوظ رہا شہداء کی قربانیاں اور ان کا اسوہ ہمارا تاریخی، قومی، دینی، ورثہ ہیں مجلس احرار اسلام اس ورثے کی امین اور داعی ہے حکمرانوں کی قادیانیت نوازی اور سیکولر سیاستدانوں کی لادین پالیسیاں ہمیں ہمارے مشن سے ہٹا نہیں سکتیں حکمران اس ملک کی بقاء اور اس کے مقاصد کی تکمیل چاہتے ہیں تو اسلام اور مدارس اسلامیہ کے بارے میں دنیا کے سامنے معذرت خواہانہ رویہ ترک کر کے قومی غیرت و حمیت کا مظاہرہ کریں۔ طالبان اور ان کا نافذ کردہ نظام ہمارا آئیڈیل نظام ہے۔ ملا عمر اور اسامہ بن لادن پورے عالم اسلام کے دلوں کی دھڑکن ہیں، ہم موت قبول کر لیں گے لیکن جمہوریت سمیت کسی کافرانہ نظام سے سمجھوتہ نہیں کرینگے اسلام کو جمہوریت کے راستے سے لانے کا دعویٰ رکھنے والے اسلام کے مقدمہ کو خود خراب کر رہے ہیں۔

مرکزی ناظمِ اعلیٰ مولانا محمد اسحٰق سلیمی نے کہا کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت کو ریاستی جبر کے ذریعے کچلنا ایک بین الاقوامی سازش کا شاخسانہ تھا جس کا مقصد پاکستان کے اسلامی تشخص کو تباہ کر کے اسلام کے عملی نفاذ کی جدو جہد کو سبوتاژ کرنا تھا۔ یہ شہداءِ ختم نبوت کے مقدس خون ہی کا اعجاز ہے کہ پاکستان کی اسلامی شناخت ختم نہ ہوسکی لیکن لادین حکمرانوں کا اسلام کے ساتھ معاندانہ رویہ آج بھی جاری ہے۔ امریکی ایجنڈے پر مبنی پالیسیوں نے ملک کی سیاسی و اقتصادی پالیسیوں کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔

پروفیسر خالد شبیر احمد

- دینی مدارس پر حکومتی کنٹرول حاصل کرنے کی خواہش خطرناک سازش ہے
- دینی مدارس میں امریکہ کی مرضی کا اسلام پڑھانے کا منصوبہ بنایا جارہا ہے
- مسلم لیگ پر شہداءِ ختمِ نبوت کے خون کا قرض اب بھی موجود ہے (مولانا محمد مغیرہ)

- قادیانی انتخابی فہرستوں میں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کررہے ہیں (مولانا محمد یوسف احرار)

عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ ڈاکٹر عبدالقدیر کی جبری ریٹائرمنٹ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کا پیش خیمہ ہے موجودہ فوجی قیادت بھی سابقہ حکمرانوں کی طرح غیر ملکی ایجنڈے کی تکمیل کیلئے سرگرم ہے اور احتساب کے نام پر کچھ کو چھوڑا اور کچھ کو پکڑا جارہا ہے۔ مسئلہ کشمیر کو مزید الجھانے کیلئے مغربی مفادات کے تحت تھرڈ آپشن اور خودمختار کشمیر کے نعرے کو متعارف کرایا جارہا ہے۔ کشمیری قیادت میں امریکی عناصر کی گرفت کو مضبوط کرنے کیلئے منصوبہ بندی کی گئی ہے۔ تقسیم ملک کے وقت قادیانی سازش کے تحت مسلم اکثریت علاقے گورداسپور کو ھندوستان میں شامل رکھ کر کشمیر کو زمینی راستہ فراہم کیا گیا جو آج تک مسئلہ کشمیر کے حل میں رکاوٹ بنا ہوا ہے۔ الیکٹرانک میڈیا پر بے حیائی کی انتہا ہوگئی ہے اور قوم کو کنجر کلچر کی طرف لایا جارہا ہے۔

مرکزی نائب امیر پروفیسر خالد شبیر احمد نے کہا کہ دینی مدارس کے طلباء کو قومی دھارے میں لانے کیلئے مشرف حکومت کا بظاہر خوشنما اعلان دراصل دینی مدارس پر سرکاری کنٹرول حاصل کرنے کی طویل دوراندیش والی خطرناک سازش کا حصہ ہے اور ایسے اقدامات سے امریکہ کی مرضی کا اسلام پڑھانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ دینی طبقات اسے قبول نہیں کرینگے۔ مجلس احرار اسے مسترد کرتی ہے حکمران اپنی صفوں سے قادیانیوں کو بلاتاخیر الگ کردیں فرقہ وارانہ دہشت گردی کی غیر جانبدارانہ انکوائری ہو تو ہم اس بات کے ثبوت پیش کریں گے کہ اس قتل و غارت گری کے پیچھے قادیانی عنصر کس طرح کام کر رہا ہے اور اس آگ کو بعض طاقتیں کس طرح بھڑکا رہی ہیں۔ جمعیت علماء پاکستان فیصل آباد ڈویژن کے سینئر نائب صدر مولانا محمد مسعود احمد سروری نے کہا کہ جنرل مشرف کے گرد لادین اور ملک دشمن این جی اوز نے گھیرا تنگ کر رکھا ہے جس کے سامراج ایجنٹ قادیانی موجود ہیں اور سرکاری وسائل کو قادیانیت کے فروغ کیلئے استعمال کیا جارہا ہے مسجد

احرار کے خطیب مولانا محمد مغیرہ نے کہا کہ ۱۹۵۳ء میں قادیانیوں نے وزیر خارجہ آنجہانی ظفر اللہ خان کے ذریعے اثر ورسوخ حاصل کیا اور فوج اور پولیس میں قادیانیوں کو بھرتی کر کے شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانوں کے سینے گولیوں سے چھلنی کیے۔ مسلم لیگ پر شہداء ختم نبوت کے خون کا قرض اب بھی موجود ہے۔ محمد عمر فاروق نے کہا کہ مرزا طاہر کان کے نہیں دل کے دروازے کھول کر سن لیں کہ الطاف حسین سمیت قادیانیوں کو کوئی بھی نہیں بچا سکتا، مرزا طاہر بعض ملک دشمن طاقتوں سے مل کر جو کھیل کھیلنا چاہتا ہے وہ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا۔

قاری محمد یوسف احرار نے کہا ہے کہ بتوں اور مجسموں کی تباہی پر شور مچانے والے پوری دنیا میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم پر خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ امت مسلمہ کے تمام مسائل کا حل جمہوریت میں نہیں مکمل اور خالص اسلامی نظام میں مضمر ہے۔ قادیانی انتخابی فہرستوں میں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے آئین اور قانون کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ حکومت اور سرکاری ایجنسیاں کوئی نوٹس نہ لے کر قادیانیوں کو کھل کھیلنے کے مواقع فراہم کر رہی ہیں۔

قادیانی اور این جی اوز پاکستان کے اسلامی تشخص کو تباہ کر رہے ہیں (سید محمد کفیل بخاری)

امریکہ عراق پر بم گرا رہا تھا اور لاہور میں بسنت منائی جا رہی تھی

کفر کے حاشیہ بردار ماڈل اسلامی ریاست افغانستان کو مٹانا چاہتے ہیں (مولانا اللہ وسایا قاسم)

مرزا طاہر اور ان کی ذریت کو ملک دشمنی میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے (محمد عمر فاروق)

مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی رہنما سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ ۱۹۵۳ء کے شہداء ختم نبوت کا مقدس خون ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کی اسلام و انسان دشمن سازشوں کو ناکام و نامراد بنانے کیلئے اٹھ کھڑے ہوں۔ امریکہ عالم اسلام میں اپنی مرضی کی قیادت مسلط کر کے مسلمانوں کو مزید کمزور کرنے کیلئے حربے استعمال کر رہا ہے ہمارے حکمران اور سیاستدان امریکی مفادات کے تابع ہو کر پالیسیاں مرتب کرتے ہیں۔ قادیانی اور این جی اوز پاکستان کے اسلامی و نظریاتی تشخص کی تباہی کے درپے ہیں۔ ۱۹۵۳ء میں مسلم لیگ کے دور اقتدار میں جس طرح ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانوں پر گولیاں برسا کر تحریک ختم نبوت کو تشدد کے ذریعے کچلا گیا تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ شہداء ختم نبوت کے خون کے صدقے مرزائی اقلیت قرار دیئے گئے اور امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا۔ ۱۹۳۴ء میں قادیان میں انگریزی نبوت کے طلسم کو سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور اکابر احرار نے توڑا، ربوہ میں سب سے پہلے جھنڈا احرار کا لہرایا گیا۔ مغربی جمہوریت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ عوام مہنگائی سے مر رہے ہیں اور حکمران سرکاری سطح پر بسنت کے جشن اور ڈاگ شو سے محظوظ ہو رہے ہیں۔ جس رات امریکہ عراق پر بم گرا کر اپنے ظلم و دہشت گردی کی انتہا کر رہا تھا اس رات لاہور میں بسنت کے نام پر جشن منعقد ہو رہا تھا۔ حکمران عالمی استعمار کے ایجنٹ کے طور پر کام کر رہے ہیں اور جشن

بہاراں کے نام پر قوم کو اخلاق باختہ بنایا جا رہا ہے۔ پی ٹی وی پر تفریح و تعلیم کے نام پر مغربی کلچر کا دور دورہ ہے۔

حرکتہ المجاہدین کے سیکرٹری اطلاعات مولانا اللہ وسایا قاسم نے کہا کہ انکارِ جہاد دراصل انکارِ ختم نبوت کا ہی دوسرا نام ہے کفر اور اس کے حاشیہ بردار ملا محمد عمر کے برپا کردہ، انقلاب اسلامی سے خائف ہیں اور افغانستان میں اسلام کے کامیاب تجربہ کو ظلم و تشدد اور ناکہ بندیوں سے ناکام کر کے ایک ماڈل اسلامی ریاست کو دنیا کے نقشے سے مٹانا چاہتے ہیں۔ جو استحکام اور امن و سکون افغانستان میں ہے وہ ہمارے ملک میں نہیں۔ یہ سب جہاد کی برکت ہے کہ افغان عوام غیرت و حمیت سے استبدادی قوتوں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے تنخواہ دار ہماری اقتصادی و معاشی پالیسیاں ترتیب دے رہے ہیں اور مذہب و سیاست سمیت سب کچھ امریکی ہدایات کے مطابق چلانا چاہتے ہیں۔ حکیم عبدالغفور جالندھری نے کہا کہ قادیانیت کے ناسور کو جڑ سے اکھاڑنے کیلئے مسلمانوں کے تمام طبقات کو اتحاد و یگانگت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ حافظ محمد کفایت اللہ نے کہا کہ وزیر داخلہ پہلے بات کرنے کا اسلوب سیکھیں پھر مذہبی قوتوں کو مخاطب کریں، حسین اختر نے کہا امریکہ ہمارے مذہبی و اندرونی معاملات میں جارحانہ مداخلت کر کے حقوق انسانی کے تحفظ کے اپنے دعووں کی نفی کر رہا ہے، محمد شریف ماہی نے کہا کہ قادیانیوں کے دجل و فریب سے امت کو بچانے کیلئے قافلۂ احرار نے جو خدمات انجام دی ہیں وہ ہماری تاریخ کا انمٹ باب ہے، اس فتنے کے خاتمے تک ہماری جدوجہد جاری رہے گی۔ انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے سیکرٹری اطلاعات قاری شبیر احمد عثمانی نے کہا کہ منکرین ختم نبوت عالم اسلام کے خلاف گھناؤنی سازشوں میں مصروف ہیں۔ مشرف حکومت قادیانی گروہ اور دین دشمن لابیوں کی سرپرستی کر رہی ہے۔ ہم قادیانی سازشوں کو کامیاب نہیں ہونے دینگے۔ کانفرنس کی تمام نشستوں میں حافظ محمد اکرم احرار، صوفی بشیر احمد، حسین اختر اور اکمل شہزاد نے حمد و نعت اور نظم سنا کر شرکاء کے جذبوں کو گرم رکھا۔

کانفرنس کے اختتام پر درج ذیل قراردادیں منظور کی گئیں

شہدائے ختم نبوت کانفرنس کا یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ملک میں امن و امان کی بگڑتی ہوئی صورت حال کو کنٹرول کرے قیام امن کیلئے امن پسند علماء اور دینی کارکنوں کی گرفتاریاں، زبان بندیاں اور ضلع بندیاں قابل مذمت ہیں۔ امن پسندوں کو رہا کیا جائے اور پابندیاں ختم کی جائیں۔ روز افزوں مہنگائی نے غریب طبقہ کی معاشی حالت کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ عوام الناس کیلئے سستے داموں اشیاء خورونوش کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔ بین الاقوامی مالیاتی اداروں کی ظالمانہ شرائط کو بغیر کسی حیل و حجت کے تسلیم کر کے ملک و قوم کو ان سود خور اداروں کے ہاں گروی رکھ دیا گیا ہے یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ قوم و ملک کی عزت اور وقار کے منافی کوئی معاہدہ نہ کیا جائے اور ملکی وسائل سے خاطر خواہ استفادہ کر کے پاکستان کو آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے چنگل سے آزاد کرایا جائے۔ پاکستان میں بلا تاخیر اسلام کا نفاذ کر کے قیام پاکستان کے حقیقی مقاصد کی تکمیل کی جائے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو عملاً نافذ کیا جائے۔

مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے غیر ملکی قوتوں پر انحصار کی بجائے جہادی راستہ اختیار کیا جائے تا کہ ستر ہزار کشمیری مسلمانوں کا خون بے گناہی ثمر آور ہو سکے امارت اسلامی افغانستان پر اقوام متحدہ کی عائد کردہ اقتصادی پابندیوں کی شدید مذمت کرتے ہوئے یہ اجتماع حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ مصیبت کی ان گھڑیوں میں افغان مسلمان بھائیوں کے مصائب کو دور کرنے کیلئے عملی اقدامات اٹھانے اور افغانستان کی اسلامی نظریاتی مملکت ہونے کی حیثیت وشناخت کو ختم کرنے کے درپے استعماری قوتوں کی آلہ کار بننے کی بجائے ان کی سازشوں کو طشت از بام کرے۔ چیچنیا، فلسطین، فلپائن اور کشمیر میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کے خلاف پوری قوت سے آواز بلند کر کے عالمی ضمیر کو انسانی حقوق کی پامالی پر توجہ دلائی جائے۔ پاکستان ٹیلی ویژن سے مخرب الاخلاق ڈراموں اور قابلِ اعتراض اشتہارات کے ذریعے پھیلائی جانے والی فحاشی کا سدِ باب کیا جائے اور میڈیا کو اسلامی معاشرت کا مکمل ترجمان بنایا جائے۔

☆ مجلس احرار اسلام، چناب نگر میں غریب مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور علاج کیلئے الرشید ٹرسٹ کراچی کی طرف سے ہسپتال کے قیام پر حضرت مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم اور ٹرسٹ انتظامیہ کو خراجِ تحسین پیش کرتی ہے۔

☆ پاکستان کے اسلامی و نظریاتی تشخص کو تباہ کرنے والے اداروں، این جی اوز اور قادیانی جماعت کو خلاف قانون قرار دے کر ان پر پابندی عائد کی جائے

☆ چناب نگر سمیت ملک بھر میں امتناع قادیانیت آرڈیننس پر مؤثر عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے۔

☆ قادیانی عبادت گاہوں اور عمارتوں سے کلمہ طیبہ اور آیات وعلامات کو حذف کرایا جائے

☆ قادیانی عبادت گاہوں کی مساجد سے مشابہت ختم کرائی جائے

☆ فوج اور سول اداروں کے تمام کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو برطرف کیا جائے اور ارتداد کی شرعی سزا نافذ کی جائے۔

☆ چناب نگر میں سرکاری ھسپتال کا قیام عمل میں لایا جائے۔

☆ پراسیکیوٹر جنرل نیب فاروق آدم اور چیف منسٹر معائنہ کمیشن کے ممبر طاہر داؤد قادیانیوں کو سرکاری عہدوں سے برطرف کیا جائے۔

پوری دنیا کے بت پرست اور بت فروش طالبان کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے

(امیر احرار سید عطاء المہیمن بخاری)

چنیوٹ (محمد علی) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر شیخ سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ حضرت امیر المومنین نے بت شکنی کا اقدام اٹھا کر انبیاء کی سنت کو زندہ کیا ہے۔ پوری دنیا کے بت فروش اور بت پرست غریب طالبان کی ایمانی قوت کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے۔ وہ مدنی مسجد بخاری ٹاؤن میں اجتماع احرار سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ طالبان نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر عالم کفر سے ٹکر لی۔ جو اللہ کی خاطر ساری دنیا سے ٹکرا جائے اللہ تعالیٰ

اس کی یقیناً مدد کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج عالمی برادری کے احتجاج کو بہانہ بنا کر طالبان کو بت شکنی سے روکنے کیلئے دباؤ ڈالا جارہا ہے جبکہ اس نام نہاد عالمی برادری نے ناصرف طالبان کو اپنی برادری سے نکالا ہے بلکہ ان کا سماجی و معاشی بائیکاٹ کر کے ان کی زندگی کا گلہ گھونٹنے کی سازش بھی کی ہے۔ نام نہاد عالمی برادری، اقوام متحدہ، سلامتی کونسل، آئی ایم ایف، ورلڈ بنک، ایمنسٹی انٹرنیشنل اور انسانی حقوق کے تمام اداروں نے بابری مسجد کے انہدام، مسجد اقصیٰ پر یہودی قبضے، فلسطینی، افغانی، عراقی اور کشمیری مسلمانوں کے قتل عام پر مجرمانہ خاموشی اختیار کی۔ آج بے جان بتوں کو بچانے کیلئے انہیں انسانی حقوق یاد آ گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کفار کی ہاں میں ہاں ملا کر بتوں کو تہذیبی ورثہ قرار دینے اور ان کو بچانے کا راگ الاپنے والے مسلمان اپنے ایمان کا جائزہ لیں۔ منافقت چھوڑ کر ایمانی غیرت وحمیت کا مظاہرہ کریں۔ جب کفار ومشرکین نے مسلمانوں کی تہذیبوں کو مٹایا تو اس وقت یہ جاہل اور منافق دانشور کہاں تھے۔ شیخ سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ طالبان نے اسلامی احکامات پر جس جرأت واستقامت کے ساتھ عمل کیا ہے اس نے دنیا بھر کے مسلمانوں میں زندگی کی نئی رمق اور امنگ پیدا کی ہے۔ اہل دین کے حوصلے بڑھے ہیں اور دینی انقلاب کی داعی تمام تحریکوں میں جدوجہد کی روح پھونک دی ہے۔ امیر احرار نے کہا کہ طالبان کے کفر توڑ، شرک سوز اور باطل شکن اقدامات احیاء اسلام اور قیام حکومتِ الٰہیہ کا ذریعہ ثابت ہوں گے (ان شاء اللہ) دنیا خواہ کچھ بھی کر لے وہ جیوش اسلام طالبان کا راستہ نہیں روک سکے گی۔

کوفی عنان اسلام دشمن اور مسلمانوں کی قاتل قوتوں کے نمائندہ ہیں۔ اقوام متحدہ طالبان پر دباؤ ڈالنے کی بجائے اپنے کرتوتوں پر شرمسار ہو اور طالبان حکومت کو تسلیم کرے۔

مکتبہ احرار لاہور کی نئی پیش کش

خطیب الامت: بطلِ حریت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی مستند سوانح حیات ملی ودینی خدمت، جہد وایثار، عزیمت واستقلال کا عظیم مرقع نیا ایڈیشن، رنگین ودیدہ زیب سرورق کے ساتھ پہلے تمام ایڈیشنوں سے یکسر مختلف اور منفرد

حیات امیر شریعت

مؤلف جانباز مرزا (قیمت:=/150 روپے)

ملنے کا پتہ: بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ● مکتبہ احرار 69 سی حسین سٹریٹ وحدت روڈ نیو مسلم ٹاؤن لاہور

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے۔

(ادارہ)

کتاب: نبی و صدیق

مؤلفہ: مولانا سید نور الحسن بخاری رحمہ اللہ

ضخامت: ۲۵۶ صفحات

ناشر: مکتبۂ محمودیہ گلی نمبر ۷، شہزاد پارک فیصل آباد

قیمت: ۱۰۰ روپے

حضرت علامہ سید نور الحسن بخاری رحمہ اللہ کا شمار علماء اہل سنت کی ممتاز شخصیات میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تقریر اور تحریر دونوں نعمتوں سے حظِ وافر عطا فرمایا تھا۔ تاریخ و سوانح کے میدان میں انہوں نے بہت تحقیقی کام کیا ہے۔ سیرت اصحابِ رسول علیہم الرضوان ان کا خاص موضوع رہا اور انہوں نے ان قدسی صفات کی حامل شخصیتوں کے کھرے اور اجلے کردار پر یہودیوں اور سبائیوں کی اڑائی ہوئی گرد کو جس جذبۂ ایمانی سے صاف کیا وہ ان کی شخصیت کی طرّۂ امتیاز ہے۔ ''نبی و صدیق'' حضرت بخاری مرحوم کی تحقیقی تصنیف ہے۔ جس میں سیدنا ابوبکر صدیق کی شخصیت کا ہمہ جہتی جائزہ لیا گیا ہے قبول اسلام سے لے کر روضۃ النبی ﷺ میں استراحت پذیر ہونے تک اپنے عنوانات اور معلومات کے اعتبار سے اس موضوع پر بالکل منفرد کتاب ہے۔ قلم کی روانی اور اسلوب کی چاشنی ان کے جذبِ دروں کی مظہر ہے۔

پرانا ایڈیشن حضرت بخاری مرحوم نے خود شائع کرایا تھا جو کتابتی اغلاط سے مبرا تھا۔ تازہ ایڈیشن میں کمپیوٹر کتابت کی وجہ سے بعض جگہ اغلاط رہ گئیں ہیں مکتبہ محمودیہ کے منتظمین آئندہ ایڈیشن میں ان کی تصحیح کا اہتمام فرمائیں۔ نیز حضرت بخاری مرحوم کی دیگر تصانیف کی اشاعت کا بھی انتظام فرمائیں کہ وہ بہت ہی علمی و دینی اور تحقیقی سرمایہ ہے (تبصرہ خادم حسین)

نام کتاب: مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور ان کے چند معاصر

مصنف: ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری

ضخامت: ۲۲۴ صفحات

ملنے کا پتے: مکتبہ شاہد ۱/۹ علی گڑھ کالونی کراچی ۷۵۸۰۰

دار الکتاب عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور

اس کتاب کا موضوع ایک تاریخی واقعہ ہے۔ ۱۹۱۳ء میں دار العلوم دیوبند سے امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے اخراج اور بے دخلی کا افسوس ناک واقعہ رونما ہوا۔ ادھر ۱۹۱۵ء میں وائسرائے ہند لارڈ ہارڈنگ کی طرف سے دار العلوم کے مہتمم مولانا محمد احمد قاسمی کو ''شمس العلماء'' کا خطاب عطاء کیا گیا۔ زیر نظر کتاب کے مؤلف فاضل گرامی ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری، ان دونوں واقعات کو باہم مربوط کر کے دیکھتے اور دکھلاتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب چونکہ تحقیق کے مردِ میدان ہیں اس لئے کوئی بات بلا

دلیل، بلا حوالہ نہیں کرتے۔ اسلوب تحریر البتہ اس کتاب میں ایسا ہے کہ جس میں تلخی کسی قدر بڑھی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔
ایک اور بات یہ ہے کہ موضوع کتاب کے بعض متعلقات و متضمنات، کے حوالے سے تجاہل عارفانہ کا تأثر بھی ابھرتا ہے۔
تکلف برطرف، مجلس احرار اسلام کو دارالعلوم دیوبند کی فکری، روحانی اور تحریکی توسیعات میں شامل نہ کرنا کیا کہلائے گا؟ اس نامہربانی کی ابتداء بھی بعض ان بزرگوں نے کی تھی کہ جن کا شمار حضرت سندھی کے معاصرین ہی میں ہی ہوتا ہے۔ پھر اسی رویّہ کا بھرپور اور تا بحد کمال اظہار فرمایا، حضرت مولانا سید محمد میاں مرحوم و مغفور نے اس رویّے کی سزاوار بطور خاص تو شاید یہی ایک جماعت ٹھہرائی گئی لیکن کتنے ہی واقعات اور کتنی ہی شخصیات ہیں کہ جن کے حوالے سے مولانا مرحوم کا قلم حقائق کے زور پر نہیں، بزرگی کے زور پر چلتا ہے۔ ڈاکٹر ابوسلمان صاحب نے شاید اسے بھی ایک بزرگانہ ادا سمجھا اور اس کا تتبع فرمایا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب کی کتابت طباعت عمدہ ہے۔ (تبصرہ: ذ۔ بخاری)

نام کتاب: ردّ قادیانیت کے زریں اصول

مصنف: مولانا منظور احمد چنیوٹی

ضخامت: ۴۴۰ صفحات

قیمت: ۱۵۰ روپے

ناشر: ادارۂ مرکزیہ دعوت و ارشاد چنیوٹ

یہ کتاب فاضل جلیل حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی کی عمر بھر کی تحقیق و تدقیق کا حاصل ہے۔ ہر وہ مسلمان جو فتنہ قادیانیت کی سنگینی اور زہرناکی کا کچھ بھی احساس رکھتا ہے اور جسے دجال قادیاں کی تلبیسی حیلوں، فاسد تاریکیوں اور نامعقول دلیلوں کا سامنا کرنے کا کچھ بھی تجربہ ہوا ہے۔ اس کتاب کی قدر و قیمت کا اندازہ کرسکتا ہے۔ اکابر مشائخ و اہل قلم کی تقریظات و تائیدات نے اور ان سے بھی بڑھ کر علامہ ڈاکٹر خالد محمود کے انتہائی فاضلانہ اور مبسوط مقدمے نے، بلا مبالغہ اور بلا شبہ، اس کتاب کو ہر پڑھے لکھے اور باشعور مسلمان کی ضرورت بنا دیا ہے۔

ردّ قادیانیت میں مولانا منظور احمد چنیوٹی شاگرد ہیں حضرت مولانا محمد حیاتؒ کے وہ شاگرد تھے حضرت مولانا محمد چراغؒ کے، وہ شاگرد تھے فخر المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے۔ گویا مؤلف گرامی کی نسبتِ تلمذ ایک ایسے سلسلۃ الذہب سے ہے کہ جس کا اختصاص ہی اس دجالی فتنے کی تردید رہا ہے۔ کتاب کی کتابت طباعت، انتہائی اعلیٰ ہے۔

اسلام اور مرزائیت
تالیف: حضرت مولانا عتیق الرحمٰن آروی رحمہ اللہ
ایک اہم کتاب جو ایک عرصہ سے نایاب تھی اسلام اور مرزائیت کا تقابلی مطالعہ
صفحات: ۵۶، قیمت: ۲۰ روپے
بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

علمی، تاریخی، سوانحی، خطبات اوراہم دینی موضوعات پر مشتمل نادر تحریریں

نام کتاب	نام: مصنف ، مؤلف ، مرتب	قیمت
احکام ومسائل (جمعہ،عیدین،نکاح عقیقہ)	مولانا سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ	250/-
امیر شریعتؒ نمبر (ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت)	سید محمد کفیل بخاری	300/-
جانشین امیر شریعتؒ نمبر (ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت)	,, ,, ,,	60/-
آزادی کی انقلابی تحریک	محمد عمر فاروق	150/-
حیات امیر شریعتؒ (نیا ایڈیشن)	جانباز مرزا مرحوم	150/-
پاکستان میں کیا ہوگا؟	سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے مختلف خطبات سے اقتباس	10/-
مولانا محمد علی جالندھریؒ	مولانا سعید الرحمٰن علوی سے	100/-
قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ (سوانح وافکار)	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	150/-
شورش کامل (شورش کاشمیریؒ) (جلد۲)	پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی	150/-
کاروانِ احرار۔تحریک آزادی برصغیر	جانباز مرزا مرحوم	850/-
مسیلمہ کذاب سے دجال قادیان تک	,, ,, ,,	100/-
تحریک مسجد شہید گنج	,, ,, ,,	100/-
خطبات فاروقی شہیدؒ (جلد۲)	علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کے خطبات	400/-
آتش ایران	ایرانی سازشوں کی کہانی، اخباروں کی زبانی	80/-
شہر سدوم	شفیق مرزا	100/-
خلفاء راشدینؓ (چھ خلفاء کا تذکرہ)	مولانا سعید الرحمٰن علویؒ	250/-
توحید وشرک کی حقیقت	امام اہلسنت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ	150/-
حیات النبیؐ، سید الکائنات	,, ,, ,,	45/-
شھداء بالاکوٹؒ	خطاب علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ	15/-
برات عثمانؓ	مولانا ظفر احمد عثمانیؒ	15/-
تجدید سبائیت	مولانا محمد اسحٰق سندیلویؒ	20/-
محدث اعظم، امام ابوحنیفہؒ	مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ	15/-

بخاری اکیڈمی۔دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان {فون.061.511961}

وفاق المدارس الاحرار پاکستان کے تحت قائم دینی ادارے

اپیل: وفاق المدارس الاحرار پاکستان کے تحت قائم از تمیں مدارس، قرآن وحدیث کی تعلیم وتبلیغ میں مصروف ہیں۔ اخراجات کا تخمینہ تقریباً تمیں لاکھ روپے سالانہ۔ جس میں طلباء کی رہائش، وظائف اور دیگر ضروریات، طعام، علاج شامل ہیں۔ تعمیرات اور توسیع کے اخراجات علاوہ ہیں۔ اکثر مدارس کا خرچ وفاق کے ذمہ ہے جبکہ بعض مدارس اپنا خرچ خود پورا کرتے ہیں۔ اہل خیر سے درخواست ہے کہ اپنے عطیات اور زکوٰۃ صدقات عنایت فرما کر اللہ سے اجر پائیں۔

☆ مدرسہ معمورہ جامع مسجد ختم نبوت، دار بنی ہاشم، ملتان فون 061-511356

☆ مدرسہ معمورہ، مسجد نور تغلق روڈ ملتان ☆ جامعہ بستان عائشہؓ (برائے طالبات) دار بنی ہاشم، ملتان فون 061-511356

☆ جامعہ معاذ بدھلہ روڈ، ملتان (زیر تعمیر) ☆ مدرسہ طوبیٰ، 17 کسی۔ وہاڑی روڈ ملتان

☆ مدرسہ تعلیم القرآن مکی مسجد چوک حرم گیٹ ملتان ☆ مسجد مولوی محمد رمضان والی محلہ کوٹلہ تولے خان

☆ مدرسہ معمورہ۔ 69-C حسین سٹریٹ وحدت روڈ، نیو مسلم ٹاؤن۔ لاہور فون 042-4865465

☆ مدرسہ ختم نبوت، مسجد احرار۔ چناب نگر (ربوہ) ضلع جھنگ فون 04524-211523

☆ بخاری پبلک سکول۔ چناب نگر (ربوہ) ضلع جھنگ ☆ احرار مرکز، مدنی مسجد، بخاری ٹاؤن۔ سرگودھا روڈ چنیوٹ، ضلع جھنگ (زیر تعمیر)

☆ مدرسہ ختم نبوت لال مسجد بستی کھچیاں چناب نگر ☆ مدرسہ فاروق اعظم، موضع اصحابہ چک کالی مال ضلع جھنگ

☆ مدرسہ محمودیہ، مسجد المعمور تاگڑیاں، ضلع گجرات ☆ دار العلوم ختم نبوت، جامع مسجد چیچاوطنی فون 0445-611657

☆ دار العلوم ختم نبوت (احرار ختم نبوت سنٹر) مرکزی مسجد عثمانیہ، ہاؤسنگ سکیم چیچاوطنی، فون 0445-610955

☆ مدرسہ ومسجد معاویہؓ جھنگ روڈ ٹوبہ ٹیک سنگھ ☆ مسجد صدیقیہ، کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

☆ مدرسہ ابوبکر صدیقؓ جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ، تلہ گنگ، ضلع چکوال فون 05776-412201

☆ مدرسہ احرار اسلام مسجد سیدنا علی المرتضیٰؓ چکڑالہ ضلع میانوالی (زیر تعمیر)

☆ مدرسہ ختم نبوت، چشتیاں، (ضلع بہاولنگر (زیر تعمیر) ☆ مدرسۃ تعلیم القرآن جامع مسجد شبلی غربی حاصل پور (ضلع بہاولنگر)

☆ مدرسۃ العلوم الاسلامیہ، جامع مسجد گڑھا موڑ۔ ضلع وہاڑی فون 0693-690013 ☆ مدرسۃ البنات (برائے طالبات) گڑھا موڑ۔

☆ مدرسہ معمورہ، مسجد صدیقیہ، میراں پور تحصیل میلسی ضلع وہاڑی ☆ مدرسہ ختم نبوت تعلیم القرآن چک 14-P خان پور

☆ مدرسہ ختم نبوت، چک نمبر 88/WB گڑھا موڑ۔ ضلع وہاڑی ☆ مدرسہ ختم نبوت چک 76 بھگوان پورہ ضلع وہاڑی

☆ مدرسہ ختم نبوت گرین ٹاؤن نزد چونگی 8 لاہور روڈ بورے والا ضلع وہاڑی (زیر تعمیر) ☆ مدرسہ احرار اسلام بستی بھٹہ موضع نوڑ بہ تحصیل میلسی، ضلع وہاڑی

☆ مدرسہ معمورہ تعلیم القرآن۔ چک نمبر 158 الف 10.R جہانیاں ضلع خانیوال (زیر تعمیر) ☆ مدرسہ احرار اسلام مصطفیٰ آباد، کرم پور۔ ضلع وہاڑی ☆ مدرسہ معمورہ، الیاس کالونی، صادق آباد۔ ضلع رحیم یار خان ☆ مدرسہ احرار اسلام بستی میرک ضلع رحیم یار خان (زیر تعمیر) ☆ مدرسہ عربیہ محمودیہ القرآن، چاہ کیکر والا موضع محبت پور ☆ مدرسہ دار السلام، چاہ جڑھوئے والا، کلروالی، ضلع مظفر گڑھ ☆ مدرسہ معمورہ، معاویہ بستی مہرپور۔ ضلع مظفر گڑھ

ترسیل زر کیلئے

بذریعہ منی آرڈر: ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری

☆ مدیر وفاق المدارس الاحرار ☆ امیر مجلس احرار اسلام پاکستان۔ دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

بذریعہ بینک [illegible] حبیب بینک [illegible] آگاہی ملتان

جنّت میں گھر بنائیے!

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ)
مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام

مرکزی مسجد عثمانیہ

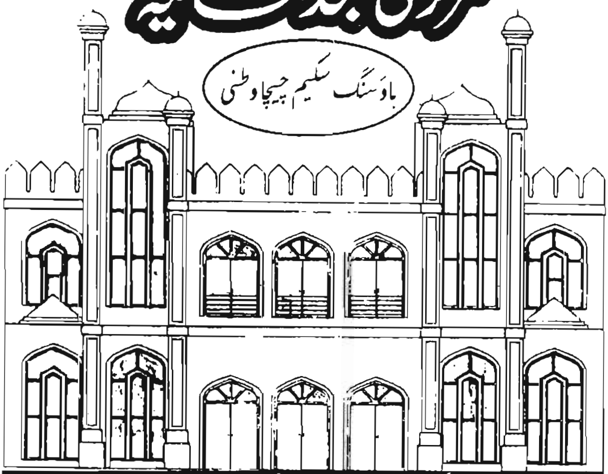

آرکیٹیکٹ: محمد عمران محبوب فیصل آباد 754274

مرکزی مسجد عثمانیہ

ہاؤسنگ سکیم چیچاوطنی کی تعمیر جاری ہے نقد یا سامان کی صورت میں تعاون کا ہاتھ بڑھائیں اور اللہ سے اجر پائیں

رابطہ و معلومات اور ترسیل زر کے لیے

دفتر دار العلوم ختمِ نبوت بلاک نمبر 12 چیچا وطنی فون نمبر: 611657 - 0445

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 9-2324 نیشنل بنک جامع مسجد بازار چیچاوطنی
اکاؤنٹ بنام: مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچاوطنی

منجانب
انجمن مرکزی مسجد عثمانیہ (رجسٹرڈ) فون نمبر 610955 - 0445
ای بلاک لوانکم ہاؤسنگ سکیم چیچاوطنی۔ ضلع ساہیوال پاکستان

Adarts -HTS-12/97(R)

خوشخبری

محقق دوراں، جانشین امیر شریعت حضرت مولانا

سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ

کی بے مثال علمی و تحقیقی تالیف مع اضافات جدید

احکام ومسائل

خطبات جمعہ، نکاح وعیدین

ایک ایسی کتاب جس کا تمام علمی حلقوں میں برسوں سے انتظار کیا جارہا تھا پہلی بار جدید کمپیوٹر کتاب، اعلیٰ سفید کاغذ، عمدہ طباعت اور جاذب نظر سرورق کے ساتھ پیش خدمت ہے

علماء، طلباء اور عامتہ الناس کے لئے دینی معلومات کا ایک نادر ونایاب علمی تحفہ

عنوانات

- فضائل واحکام جمعہ
- فضائل واحکام رمضان
- احکام عیدالفطر
- احکام عیدالاضحیٰ
- اسلام کا قانون نکاح
- فضائل واحکام عقیقہ
- فضائل واحکام صلوٰت الاستسقاء
- فضائل واحکام دعاء قنوت نازلہ

صفحات ______ 525 قیمت ______ 250 روپے

نوٹ

قارئین نقیب ختم نبوت مبلغ -/200 روپے پیشگی منی آرڈر روانہ کر کے رجسٹرڈ ڈاک سے کتاب حاصل کریں۔

ملنے کا پتہ:

بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان فون: 511961